(1)تصرف

انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیائے عظام علیہم الرحمۃ والرضوان کو خدائے تعالیٰ عالم میں تصرف کرنے کا اختیار دیتا ہے یا نہیں؟ اس کے بارے میں سرکار اقدس ﷺ اور صحابہ کرام، محدثین عظام، فقہائے اسلام اور بزرگان دین کے عقیدے ملاحظہ ہوں۔

(1)انبیائے کرام کے عقیدے

(1)حضور سید عالم ﷺ کا عقیدہ

(وصال اقدس 11ھ مطابق 632ء)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: "أَنَّ أَهْلَ مَكَّةَ سَأَلُوا رَسُولَ اللهِ ﷺ أَنْ يُرِيَهُمْ آيَةً، فَأَرَاهُمُ الْقَمَرَ شِقَّتَيْنِ، حَتّٰى رَأَوْا حِرَاءَ بَيْنَهُمَا" ۔ مکہ والوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ آپ کوئی معجزہ دکھائیں تو سرکار اقدس ﷺ نے چاند کے دو ٹکڑے فرما کر انہیں دکھا دیا، یہاں تک کہ مکہ والوں نے حراء پہاڑ کو چاند کے دو ٹکڑوں کے درمیان دیکھا۔ (صحیح البخاری، حدیث نمبر:3868، باب انشقاق القمر، ج:5، ص:49)

اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا۔ "اِنْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فِرْقَتَيْنِ، فِرْقَةً فَوْقَ الْجَبَلِ وَفِرْقَةً دُونَهُ"۔ ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارکہ میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر تھا اور دوسرا ٹکڑا اس کے نیچے۔ (صحیح البخاری، حدیث نمبر:4864، باب وانشق القمر وان یروا آیۃ، ج:6، ص:142)

اور حضرت علامہ جامی علیہ الرحمۃ والرضوان اپنی مشہور کتاب یوسف زلیخا میں تحریر فرماتے ہیں۔"

دونوں شد دور میم از حلقہ ماہ — چہل را ساخت شصت اود و پنجاہ

چاند کے گھیرا کی میم کا دائرہ دو نون ہو گیا — چالیس کو ان کے ساٹھ نے دو پچاس بنا دیا

یعنی لفظ ماہ کے شروع میں جو حرف میم ہے اس کے عدد ہیں، چالیس(40) اور 'سبابہ' جس کے معنی ہیں، انگشت شہادت، اس کا پہلا حرف سین ہے جس کے عدد ہیں ساٹھ(60)، اور نون کے عدد ہیں پچاس(50)، شعر کا خلاصہ یہ ہوا کہ مختار دو عالم ﷺ نے انگشت شہادت کے اشارہ سے چاند کی گولائی کو جو میم کے دائرہ کی طرح ہے، دو(2) ٹکڑے فرما کر دو(2) نون کی شکل میں کر دیا۔

اور ڈاکٹر اقبال لکھتے ہیں۔

پنجہ او پنجہ حق می شود — ماہ از انگشت او شق می شود

حضور ﷺ کا پنجہ خدا تعالیٰ کا پنجہ ہو گیا کہ چاند ان کی انگلی مبارک سے دو(2) ٹکڑے ہو گیا۔

اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ حضور سید عالم ﷺ کا یہ عقیدہ تھا کہ خدائے تعالیٰ نے مجھے چاند پر تصرف کی قوت بخشی ہے۔ اس لئے آپ نے اسے انگلی سے اشارہ فرما کر دو(2) ٹکڑے کر دیا۔ اگر حضور ﷺ کا ایسا عقیدہ نہ ہوتا تو اشارہ کرنا تو بہت بڑی بات ہے، آپ ایک لمحہ کے لئے اسے سوچ بھی نہیں سکتے تھے۔ جیسے ایک آدمی جب پہاڑ کی بہت بڑی چٹان کو دیکھتا ہے تو اسے اپنے ہاتھوں سے اٹھانے کو ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں سوچتا، مگر وہی شخص جب چٹان کا چھوٹا ٹکڑا دیکھتا ہے اور جانتا ہے کہ میں پتھر کے اس ٹکڑے کو اٹھا سکتا ہوں تو وہ اس کی جانب متوجہ ہوتا ہے اور اس کے اٹھانے کی کوشش کرتا ہے، پھر جب وہ پتھر کے اس ٹکڑے کو اٹھا لیتا ہے تو واضح طور پر یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ خدائے تعالیٰ نے اس پتھر کے اٹھانے کی قوت اس کو عطا فرمائی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ "أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِإِنَاءٍ، وَهُوَ بِالزَّوْرَاءِ، فَوَضَعَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ، فَجَعَلَ الْمَاءُ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ، فَتَوَضَّأَ الْقَوْمُ، قَالَ قَتَادَةُ: قُلْتُ: لِأَنَسٍ، كَمْ كُنْتُمْ؟ قَالَ: ثَلَاثَ مِائَةٍ أَوْ زُهَاءَ ثَلَاثِ مِائَةٍ"۔ ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پانی کا ایک برتن پیش کیا گیا، اور آپ زوراء کے مقام پر تھے۔ آپ نے برتن کے اندر اپنا دست (بازو) مبارک رکھ دیا تو آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی کے چشمے پھوٹ پڑے اور سب لوگوں نے وضو کر لیا۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ لوگ کتنے تھے؟ جواب دیا تین سو، یا تین سو کے لگ بھگ۔

(صحیح البخاری، حدیث نمبر:3572، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، ج:4، ص:192)

اور "حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ "كُنَّا نَعُدُّ الْآيَاتِ بَرَكَةً وَأَنْتُمْ تَعُدُّونَهَا تَخْوِيفًا، كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللهِ فِي سَفَرٍ، فَقَلَّ الْمَاءُ، فَقَالَ: أُطْلُبُوا فَضْلَةً مِنْ مَاءٍ فَجَاءُوا بِإِنَاءٍ، فِيهِ مَاءٌ قَلِيلٌ، فَأَدْخَلَ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ ثُمَّ قَالَ: حَيَّ عَلَى الطَّهُورِ الْمُبَارَكِ، وَالْبَرَكَةُ مِنَ اللهِ، فَلَقَدْ رَأَيْتُ الْمَاءَ يَنْبُعُ مِنْ

بَینِ أَصَابِعِ رَسُولِ اللهِ ﷺ"۔ ترجمہ: ہم تو معجزات کو باعث برکت سمجھتے تھے اور تم ان کو تخویف کا باعث سمجھتے ہو، ہم سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے تو پانی کم ہو گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ تھوڑا سا بچا ہوا پانی تلاش کر لاؤ تو لوگ ایک برتن لائے جس میں تھوڑا سا پانی موجود تھا حضور ﷺ نے اپنا مقدس ہاتھ برتن میں ڈال دیا، اور اس کے بعد فرمایا برکت والے پانی کے پاس آؤ اور برکت خدائے تعالی کی طرف سے ہے۔ پس میں نے قطعی طور پر دیکھا کہ حضور کی مقدس انگلیوں کی گھائیوں سے پانی ابل رہا تھا۔

(صحیح البخاری، حدیث نمبر:3579، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، ج:4، ص:194)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی تعالی عنہ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا کہ "عَطِشَ النَّاسُ یَوْمَ الْحُدَیْبِیَةِ وَالنَّبِیُّ ﷺ بَیْنَ یَدَیْهِ رِکْوَةٌ فَتَوَضَّأَ، فَجَهِشَ النَّاسُ نَحْوَهُ، فَقَالَ: مَا لَکُمْ؟ قَالُوا: لَیْسَ عِنْدَنَا مَاءٌ نَتَوَضَّأُ وَلاَ نَشْرَبُ إِلَّا مَا بَیْنَ یَدَیْکَ، فَوَضَعَ یَدَهُ فِی الرِّکْوَةِ، فَجَعَلَ المَاءُ یَثُورُ بَیْنَ أَصَابِعِهِ، کَأَمْثَالِ العُیُونِ، فَشَرِبْنَا وَتَوَضَّأْنَا قُلْتُ: کَمْ کُنْتُمْ؟ قَالَ: لَوْ کُنَّا مِائَةَ أَلْفٍ لَکَفَانَا، کُنَّا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً"۔ ترجمہ: صلح حدیبیہ کے دن لوگ پیاسے تھے اور حضور ﷺ کے سامنے ایک پیالہ تھا، جس سے آپ نے وضو فرمایا تو لوگ آپ کی جانب دوڑے حضور نے فرمایا! کیا بات ہے؟ لوگوں نے عرض کیا ہمارے پاس وضو کرنے اور پینے کے لئے پانی نہیں ہے، مگر یہی جو آپ کے سامنے ہے۔ تو حضور ﷺ نے اپنا دست (بازو) مبارک اسی پیالہ میں رکھ دیا، تو آپ کی انگلیوں کے درمیان سے چشموں کی طرح پانی ابلنے لگا، حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ کا بیان ہے کہ ہم تمام لوگوں نے پانی پیا اور وضو کیا۔ حضرت سالم فرماتے ہیں: کہ میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا، آپ حضرات کتنی تعداد میں تھے؟ انھوں نے فرمایا کہ اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے، تب بھی وہ پانی کافی ہوتا، اس وقت تو ہماری تعداد پندرہ سو (1500) تھی۔

(صحیح البخاری، حدیث نمبر:3576، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، ج:4، ص:193)

ان احادیث کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم ﷺ کا یہ عقیدہ تھا کہ خدا تعالی نے مجھے انگلیوں کی گھائیوں سے دریا بہانے کی طاقت و قوت بخشی ہے۔

انگلیاں ہیں فیض پر ٹوٹے ہیں پیاسے جھوم کر — ندیاں پنجاب رحمت کی ہیں جاری واہ واہ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کل میں یہ جھنڈا ضرور اس شخص کو دوں گا، جس کے ہاتھ پر اللہ تعالی فتح عطا فرمائے گا۔ لوگ تمام رات اس حسرت میں رہے کہ دیکھئے، صبح کس خوش نصیب کو جھنڈا عطا فرمایا جائے گا۔ جب صبح ہوئی تو ہر ایک یہ تمنا لئے ہوئے حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا کہ جھنڈا اسے مرحمت ہو۔ آپ نے فرمایا: "أَیْنَ عَلِیُّ بْنُ أَبِی طَالِبٍ، فَقَالُوا: یَشْتَکِی عَیْنَیْهِ یَا رَسُولَ اللهِ، قَالَ: فَأَرْسِلُوا إِلَیْهِ، فَأْتُونِی بِهِ، فَلَمَّا جَاءَ بَصَقَ فِی عَیْنَیْهِ وَدَعَا لَهُ، فَبَرَأَ حَتَّى کَأَنْ لَمْ یَکُنْ بِهِ وَجَعٌ" ترجمہ: علی بن ابو طالب کہاں ہیں؟ لوگوں نے جواب دیا، یا رسول اللہ ﷺ! ان کی آنکھیں دکھتی ہیں۔ فرمایا انہیں بلا کر لاؤ۔ پس انہیں آپ کی خدمت میں لایا گیا تو آپ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن لگا دیا اور ان کیلئے دعا فرمائی، پس وہ اس طرح تندرست ہو گئے، جیسے انہیں کوئی تکلیف ہی نہیں ہوئی تھی۔

(صحیح البخاری، حدیث نمبر:3701، باب مناقب علی بن ابی طالب، ج:5، ص:18)

حضرت عقبہ بن فرقد رضی اللہ تعالی عنہ کی بیوی حضرت ام عاصم فرماتی ہیں کہ عقبہ کے یہاں چار عورتیں تھیں۔ ہم میں سے ہر ایک عقبہ کی خاطر ایک دوسری سے زیادہ خوشبودار رہنے کی کوشش کرتی۔ پھر بھی جو خوشبو عتبہ کے جسم سے آتی وہ ہماری خوشبو سے بہت زیادہ اچھی ہوتی۔ "وَکَانَ إِذَا خَرَجَ إِلَى النَّاسِ قَالُوا مَا شَمِمْنَا رِیحًا أَطْیَبَ مِنْ رِیحِ عُتْبَةَ، فَقُلْنَا لَهُ فِی ذٰلِکَ قَالَ أَخَذَنِی الشَّرَى عَلٰی عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ فَشَکَوْتُ ذٰلِکَ إِلَیْهِ، فَأَمَرَنِی أَنْ أَتَجَرَّدَ، فَتَجَرَّدْتُ عَنْ ثَوْبِی وَقَعَدْتُ بَیْنَ یَدَیْهِ وَأَلْقَیْتُ ثَوْبِی عَلٰی فَرْجِی، فَنَفَثَ فِی یَدِهِ، ثُمَّ وَضَعَ یَدَهُ عَلٰی ظَهْرِی وَبَطْنِی فَعَبَقَ بِی هٰذَا الطِّیبُ مِنْ یَوْمَئِذٍ"۔ ترجمہ: اور جب وہ لوگوں کے پاس جاتا تو لوگ کہتے ہم نے کوئی ایسی خوشبو نہیں سونگھی جو عتبہ کی خوشبو سے اچھی ہو۔ ایک دن ہم نے اس کے بارے میں اس سے پوچھا تو اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے ظاہری زمانہ مبارک میں میرے بدن پر پھنسیاں نکل آئیں تو میں نے حضور کی خدمت میں اس بیماری کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کپڑے اتار دے میں نے کپڑے اتار دیئے اور اپنا ستر چھپا کر آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے اپنا لعاب دہن اپنے مبارک ہاتھ پر ڈال کر میرے پیٹ اور پیٹھ پر مل دیا تو میری بیماری دور ہو گئی اور اسی دن سے مجھ میں یہ خوشبو پیدا ہو گئی۔

(الخصائص الکبری، باب فائدۃ فی عدم احتراق المندیل، ج:2، ص:141)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ تعالی عنہ، ابو رافع یہودی کو (جو حضور ﷺ کا بہت بڑا دشمن تھا) قتل کرنے کے بعد اس کے اونچے مکان سے اترنے لگے، تو زینے سے گر گئے اور ان کی پنڈلی ٹوٹ گئی انہوں نے اسی وقت گرم گرم اپنے عمامہ سے باندھ لی اور حضور سید عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا سارا ماجرہ بیان کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا۔ "اُبْسُطْ رِجْلَکَ فَبَسَطْتُ رِجْلِی فَمَسَحَهَا فَکَأَنَّمَا لَمْ أَشْتَکِهَا قَطُّ"۔ ترجمہ: اپنا پاؤں پھیلاؤ، میں نے پھیلا دیا، تو حضور ﷺ نے جب اس پر اپنا دست (بازو) کرم پھیر دیا تو ایسا ہو گیا جیسے اس میں سرے سے کوئی تکلیف ہوئی ہی نہ تھی۔

(صحیح البخاری، حدیث نمبر:4039، باب قتل ابی رافع عبد اللہ بن ابی الحقیق، ج:5، ص:91)

ان واقعات سے حضور سرکار اقدس ﷺ نے اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ خدائے تعالیٰ نے مجھے تصرف کی وہ قوت مرحمت فرمائی ہے کہ میں اپنے لعاب دہن سے بیماریاں دور کر دیتا ہوں بلکہ چاہتا ہوں تو مریض کے جسم کو اسی لعاب دہن سے ہمیشہ کے لئے بہترین خوشبودار بنا دیتا ہوں اور پلاسٹر کے بغیر صرف اپنا ہاتھ پھیر کر فوراً ٹوٹی ہوئی ہڈی صحیح کر دیتا ہوں اور بحمدہ تعالیٰ حضور ﷺ کے بارے میں ہم لوگوں کا بھی یہی عقیدہ ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اکرم ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ "یاعَائِشَۃُ لَوْ شِئْتُ لَسَارَتْ مَعِی جِبَالُ الذَّھَبِ" ترجمہ: اے عائشہ! اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں۔ (مشکاۃ المصابیح: حدیث نمبر: 5835، الفصل الثالث بَابٌ فِی أَخْلَاقِہِ وَشَمَائِلِہِ ﷺ، ج:3، ص:1622)

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ "أُھْدِیَتْ لَہٗ شَاۃٌ فَجَعَلَھَا فِی الْقِدْرِ فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ فَقَالَ مَا ھٰذَا یا أَبَا رَافِعٍ فَقَالَ: شَاۃٌ أُھْدِیَتْ لَنَا، یَا رَسُوْلَ اللہِ! فَطَبَخْتُھَا فِی الْقِدْرِ، قَالَ: نَاوِلْنِی الذِّرَاعَ، یا أَبَا رَافِعٍ! فَنَاوَلْتُہُ الذِّرَاعَ، ثُمَّ قَالَ: نَاوِلْنِی الذِّرَاعَ الْاٰخَرَ، فَنَاوَلْتُہُ الذِّرَاعَ الْاٰخَرَ، ثُمَّ قَالَ نَاوِلْنِی الذِّرَاعَ الْاٰخَرَ، فَقَالَ: یا رَسُوْلَ اللہِ! إِنَّمَا لِلشَّاۃِ ذِرَاعَانِ، فَقَالَ لَہٗ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ أَمَا! إِنَّکَ لَوْ سَکَتَّ لَنَاوَلْتَنِی ذِرَاعًا فَذِرَاعًا مَا سَکَتَّ"۔ ترجمہ: پاس بکری ہدیۃً بھیجی گئی، اسے ہانڈی میں ڈالا پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے فرمایا، ابو رافع! یہ کیا ہے؟ عرض کیا، یہ بکری ہے جو ہمیں ہدیۃً ملی۔ پھر ہم نے اسے ہانڈی میں پکا لیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے ابو رافع! ہم کو ایک دست (بازو) دو۔ میں نے دست (بازو) پیش کر دیا۔ پھر فرمایا کہ دوسرا دست (بازو) بھی دو۔ میں نے دوسرا دست (بازو) بھی پیش کر دیا۔ پھر فرمایا اے ابو رافع! اور دست (بازو) لاؤ، عرض کیا، یارسول اللہ! بکری کے دو (2) ہی دست (بازو) ہوتے ہیں۔ تب ان سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اگر تم چپ رہتے تو ہم کو دست (بازو) پہ دست (بازو) دیتے رہتے، جب تک کہ چپ رہتے۔ (مشکاۃ المصابیح: حدیث نمبر: 327، الفصل الثانی: بَاب ما یوجب الوضوء، ج:1، ص:106)

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے اسی قسم کا ایک دوسرا واقعہ مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کے ہمراہ حج سے فارغ ہو کر جب مقام روحاء میں پہنچے تو ایک عورت نے بھنی ہوئی بکری پیش کی۔ حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق ہم نے ایک کے بعد دوسرے دست (بازو) کو پیش کیا۔ پھر جب آپ ﷺ نے فرمایا کہ اور دست (بازو) لاؤ تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ! دست (بازو) تو دو (2) ہی ہوتے ہیں، جو میں آپ کو پیش کر چکا ہوں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "وَالَّذِی نَفْسِی بِیَدِہٖ لَوْ سَکَتَّ مَا زِلْتَ تُنَاوِلُنِیْ ذِرَاعًا مَا قُلْتُ لَکَ نَاوِلْنِیْ ذِرَاعًا"۔ ترجمہ: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اگر تم چپ رہتے تو جب تک میں دست (بازو) مانگتا، تم دیتے رہتے۔

(الخصائص الکبری، باب ما وقع فی حجۃ الوداع من الایات و المعجزات، ج:2، ص:61)

ان احادیث کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم ﷺ کا یہ عقیدہ تھا کہ خدائے تعالیٰ نے مجھے ایسے بلند مرتبہ سے سرفراز فرمایا ہے کہ اگر میں چاہوں تو میرے ساتھ سونے کے پہاڑ چلیں۔ ایک بکری میں اگرچہ دو (2) ہی دست (بازو) ہوتے ہیں، لیکن میں طلب کرتا رہوں اور پیش کرنے والا دینے کا قصد کرتا رہے تو ایک ہی بکری کے گوشت سے ہزاروں دست (بازو) نمودار (ظاہر) ہوتے رہیں گے۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "یَا أَیُّھَا النَّاسُ إِنَّ اللہَ کَتَبَ عَلَیْکُمُ الْحَجَّ، فَقَامَ الْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ فَقَالَ: أَفِیْ کُلِّ عَامٍ یَا رَسُوْلَ اللہِ؟ قَالَ: لَوْ قُلْتُھَا: "نَعَمْ" لَوَجَبَتْ، وَلَوْ وَجَبَتْ لَمْ تَعْمَلُوْا بِھَا وَلَمْ تَسْتَطِیْعُوْا"۔ ترجمہ: اے لوگو! خدا نے تم پر حج فرض کیا ہے، اقرع بن حابس نے کھڑے ہو کر عرض کیا، یارسول اللہ! کیا ہر سال حج فرض ہے؟ فرمایا اگر میں ہاں کہہ دوں تو ہر سال حج فرض ہو جائے، اور اگر ہر سال فرض ہو جائے تو تم اسے ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے۔

(مشکاۃ المصابیح: حدیث نمبر: 2520، الفصل الثانی: کتاب المناسک، ج:2، ص:774)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا یارسول اللہ! میں ہلاک ہو گیا۔ حضور نے پوچھا کیا ہوا؟ اس نے بتایا کہ میں روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے ہم بستری کر بیٹھا۔ آپ نے پوچھا، تمہارے پاس کوئی غلام ہے؟ جسے تم آزاد کر سکو۔ عرض کیا، نہیں۔ فرمایا دو (2) مہینے لگاتار روزے رکھ سکتے ہو؟ کہا، نہیں۔ فرمایا ساٹھ (60) مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ بولا، نہیں آپ نے کچھ دیر توقف فرمایا، ہم بھی خاموش رہے، رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک ٹوکرا کھجوروں کا لایا گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: سائل کہاں ہے؟ اس نے عرض کیا: میں حاضر ہوں۔ فرمایا: اسے لے جاؤ اور بانٹ دو۔ اس نے پوچھا: "أَعَلٰی أَفْقَرَ مِنِّیْ یَا رَسُوْلَ اللہِ؟ فَوَاللہِ مَا بَیْنَ لَابَتَیْھَا" یُرِیْدُ الْحَرَّتَیْنِ "-أَھْلُ بَیْتٍ أَفْقَرُ مِنْ أَھْلِ بَیْتِی، فَضَحِکَ النَّبِیُّ ﷺ حَتّٰی بَدَتْ أَنْیَابُہٗ، ثُمَّ قَالَ: أَطْعِمْہُ أَھْلَکَ" ترجمہ: یارسول اللہ! کیا میں اسے دوں جو مجھ سے زیادہ محتاج ہو؟ قسم خدا کی! مدینہ کے دونوں سنگلاخ (پتھریلے) میدانوں کے درمیان میرے اہل وعیال سے بڑھ کر کوئی محتاج نہیں، رسول اللہ ﷺ ہنس دیئے، یہاں تک کہ سامنے کے دونوں دانت دکھائی دیئے۔ پھر فرمایا: جاؤ، اپنے گھر والوں کو کھلا دو۔ (صحیح البخاری، حدیث نمبر: 1936، باب اذا جامع فی رمضان ولم یکن شیء فتصدق علیہ فلیکفر، ج:3، ص:32)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے خالو حضرت ابو بردہ نے نماز عید سے پہلے قربانی کر لی تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: "شَاتُکَ شَاةُ لَحْمٍ" فَقَالَ: یارَسُولَ اللّٰہِ، إِنَّ عِنْدِیْ دَاجِنًا جَذَعَةً مِنَ الْمَعْزِ، قَالَ: اِذْبَحْھَا، وَلَنْ تَصْلُحَ لِغَیْرِکَ۔ ترجمہ: تمہاری وہ بکری گوشت کے لئے ہوئی، انہوں نے عرض کیا، یارسول اللہ! میرے پاس کوئی ایک موٹا تازہ چھ (6) ماہ کا بکری کا بچہ ہے، فرمایا: اسی کو ذبح کر دو، اور تمہارے سوا کسی کے لئے ایسا کرنا درست نہ ہو گا۔

(صحیح البخاری، حدیث نمبر: 5556، باب قول النبی ﷺ لأبی بردة: ضح بالجذع من المعز، و لن تجزی عن أحد بعدك، ج:7، ص:101)

اور حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا، پھر اعرابی نے گھوڑا کے فروخت کر دئے جانے سے انکار کر دیا۔ تو حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور انہوں نے کہا، اے اعرابی! میں گواہی دیتا ہوں کہ تو نے گھوڑا بیچ دیا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا، اے خزیمہ! تم کیسے گواہی دیتے ہو (جب کہ خریداری کے وقت میں تم موجود نہیں تھے) تو حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: أَنَا أُصَدِّقُکَ عَلٰی خَبَرِ السَّمَاءِ، اَلَا أُصَدِّقُکَ عَلٰی ذَا الْأَعْرَابِیِّ فَجَعَلَ النَّبِیُّ ﷺ شَھَادَتَہٗ بِشَھَادَةِ رَجُلَیْنِ فَلَمْ یَکُنْ فِی الْإِسْلَامِ رَجُلٌ تَجُوْزُ شَھَادَتُہٗ بِشَھَادَةِ رَجُلَیْنِ غَیْرَ خُزَیْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ۔ ترجمہ: میں حضور کی تصدیق آسمانی خبروں پر کرتا ہوں، تو اس اعرابی پر تصدیق کیوں نہ کروں! تو نبی اکرم ﷺ نے ان کی گواہی کو دو (2) مردوں کی گواہی کے برابر کر دیا، اور حضرت خزیمہ کے علاوہ اسلام میں کسی مرد کے لئے جائز نہ ہوا کہ اس کی گواہی دو (2) مردوں کی گواہی قرار دی گئی ہو۔ (الخصائص الکبری، باب اختصاصه ﷺ بأنه یخص من شاء بما شاء من الأحکام، ج:2، ص:460)

ان احادیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم ﷺ کا یہ عقیدہ تھا کہ خدائے تعالیٰ نے مجھے احکام شرعیہ پر بھی اختیار کلی عطا فرمایا ہے۔

مصطفیٰ آئینہ روئے خداست منعکس در وے ہمہ خوئے خداست

(ڈاکٹر اقبال)

(2) حضرت عیسیٰ روح اللہ کا عقیدہ

علی نبینا و علیہ الصلوۃ والسلام

سورۃ آل عمران میں ہے کہ آپ نے بنی اسرائیل سے فرمایا: اَنِّیْۤ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـٴَـةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ میں تمہارے لئے مٹی سے پرند کی سی صورت بناتا ہوں، پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے، اللہ کے حکم سے، اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور سفید داغ والے کو، اور مردے کو زندہ کرتا ہوں اللہ کے حکم سے۔ (پ:3، سورۃ آل عمران 3، آیت نمبر:49)

اس آیت کریمہ سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عقیدہ تھا کہ مٹی کی چڑیا بنا کر اسے زندگی بخش دینے، مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو اچھا کر دینے اور مردہ کو زندہ کر دینے کا خدائے تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے۔

چنانچہ بنی اسرائیل کی درخواست پر آپ نے مٹی سے چمگادڑ کی صورت بنائی، پھر اس میں پھونک ماری تو وہ اڑنے لگی، اور کئی مردوں کو آپ نے زندہ فرمایا اور بے شمار مادر زاد اندھے اور کوڑھیوں کو آپ نے شفا بخشی۔

(2) صحابہ کرام کے عقیدے

(1) حضرت عمر فاروق اعظم کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ - وصال اقدس 23ھ)

آپ کا نام نامی عمر ہے۔ کنیت ابو حفص اور لقب فاروق اعظم ہے۔ آپ کے والد کا نام خَطّاب اور ماں کا نام حَنْتَمَہ ہے جو ہِشام بن مُغِیرہ کی بیٹی یعنی ابو جہل کی بہن ہیں۔ آٹھویں پشت میں آپ کا شجرہ نسب سرکار اقدس ﷺ کے خاندانی شجرہ سے ملتا ہے۔ آپ واقعہ فیل کے تیرہ (13) سال بعد پیدا ہوئے اور اعلان نبوت کے چھٹے سال ستائیس (27) برس کی عمر میں اسلام سے مشرف ہوئے۔ آپ نے اس وقت اسلام قبول فرمایا، جب کہ چالیس (40) مرد اور گیارہ (11) عورتیں ایمان لا چکی تھیں اور بعض علماء نے لکھا ہے کہ آپ نے انتالیس (39) مرد اور تئیس (23) عورتوں کے بعد اسلام قبول کیا۔ حضرت مُغیرہ بن شُعْبَہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام اَبُوْلُؤلُو فیروز مجوسی نے 26 ذوالحجہ 23ھ بدھ کے دن آپ پر قاتلانہ حملہ کیا۔ زخمی ہونے کے تین دن بعد دس برس چھ ماہ چار دن امور خلافت کو انجام دے کر 63 سال کی عمر میں وفات پائی۔

حضرت ابو الشیخ کتاب العظمہ میں حضرت قَیْس بن حَجَّاج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عَمْرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں مصر کو فتح کیا تو اہل عجم ایک مقررہ دن پر حضرت عَمْرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور کہا "أَیُّھَا الْأَمِیْرُ! إِنَّ لِنِیْلِنَا ھٰذَا سُنَّةً لَا یَجْرِیْ

إِلَّا بِهَا"۔ یعنی اے حاکم! ہمارے اس دریائے نیل کے لئے ایک پرانا طریقہ چلا آرہاہے کہ جس کے بغیر وہ جاری نہیں رہتاہے، بلکہ خشک ہو جاتا ہے اور ہماری کھیتی کا دارو مدار اسی دریائے نیل کے پانی ہی پر ہے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہ نے ان لوگوں سے دریافت فرمایا کہ دریائے نیل کے جاری رہنے کا وہ پرانا طریقہ کیاہے؟ ان لوگوں نے کہا کہ جب اس مہینہ کے چاند کی گیارہویں تاریخ آتی ہے، تو ہم لوگ ایک کنواری جوان لڑکی کو منتخب کر کے اس کے ماں باپ کو راضی کرتے ہیں، پھر اسے بہترین قسم کے زیورات اور کپڑے پہناتے ہیں اس کے بعد لڑکی کو دریائے نیل میں ڈال دیتے ہیں۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: إِنَّ هٰذَا لَا يَكُوْنُ اَبَدًا فِي الْإِسْلَامِ۔ یعنی اسلام میں ایسا کبھی نہیں ہو سکتاہے۔ یہ تمام باتیں لغو اور بے سروپاہیں اسلام اس قسم کی تمام باتوں کو مٹانے آیاہے وہ لڑکی کو دریائے نیل میں ڈالنے کی اجازت ہر گز نہیں دے سکتا، آپ کے اس جواب کے بعد وہ لوگ واپس چلے گئے۔ کچھ دنوں کے بعد واقعی دریائے نیل بالکل خشک ہو گیا، یہاں تک کہ بہت سے لوگ وطن چھوڑنے پر آمادہ ہو گئے، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہ نے یہ معاملہ دیکھا تو ایک خط لکھ کر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کو سارے حالات سے مطلع (آگاہ) کیا، آپ نے خط پڑھنے کے بعد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہ کو تحریر فرمایا کہ تم نے مصریوں کو بہت عمدہ جواب دیا، بیشک اسلام اس قسم کی تمام لغو اور بیہودہ باتوں کو مٹانے آیاہے، میں اس خط کے ہمراہ ایک رقعہ روانہ کر رہاہوں، تم اس کو دریائے نیل میں ڈال دینا۔

جب وہ رقعہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہ کو پہنچا تو آپ نے اسے کھول کر پڑھا، اس میں لکھا ہوا تھا کہ "مِنْ عَبْدِ اللهِ عُمَرَ اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِلٰى نِيْلِ مِصْرَ، أَمَّا بَعْدُ! فَإِنْ كُنْتَ تَجْرِيْ مِنْ قِبَلِكَ فَلَا تَجْرِ، وَ إِنْ كَانَ اللهُ يُجْرِيْكَ فَأَسْأَلُ اللهَ الْوَاحِدَ الْقَهَّارَ أَنْ يُجْرِيَكَ"۔ یعنی اللہ کے بندے عمر! امیر المومنین کی طرف سے مصر کے دریائے نیل کو معلوم ہو کہ اگر تو بذات خود جاری ہوتاہے تو مت جاری ہو۔ اور اگر خدائے عزو جل تجھ کو جاری فرماتا ہے تو میں اللہ واحد قہار سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تجھے جاری فرمادے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالی عنہ نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے اس رقعہ کو رات کے وقت دریائے نیل میں ڈال دیا۔ مصر والے جب صبح نیند سے بیدار ہوئے تو دیکھا کہ اللہ تبارک و تعالی نے اس کو اس طرح جاری فرمادیا ہے کہ سولہ (16) ہاتھ پانی اوپر چڑھا ہواہے۔ پھر دریائے نیل اس طرح کبھی نہیں سوکھا۔ اور مصر والوں کی یہ جاہلانہ رسم ہمیشہ کے لیے ختم ہو گئی۔ (تاریخ الخلفاء، باب الخلیفۃ الثانی عمر بن الخطاب، ج:1، ص:102)

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے دریائے نیل کو خط لکھ کر اپنا یہ عقیدہ ظاہر کر دیا کہ خدائے تعالی نے مجھے بحر و بر دونوں پر حکومت عطا فرمائی ہے۔

حضرت خواجہ امیر خورد کرمانی نظامی قُدِّسَ سِرُّہٗ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ مدینہ منورہ کے نواح میں اینٹیں بنارہے تھے، سورج کی تیز شعائیں آپ کی پشت مبارک پر پڑ رہی تھیں۔ سورج کی گرمی نے آپ پر اثر کیا۔ آپ نے نہایت خَشْمگِیْں (غصے میں) ہو کر سورج کی طرف دیکھا جس سے سورج کی تابانی (روشنی) جاتی رہی، دنیا تاریک ہو گئی، سارے مدینہ میں شور مچ گیا کہ قیامت آگئی، پھر آپ نے نگاہ لطف و کرم سے سورج کی طرف دیکھا، اللہ نے سورج کی روشنی اسے لوٹادی۔

(سیر الاولیاء، جناب فاروق اعظم کے مناقب، ص:9)

اور مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے زمانہ خلافت میں زلزلہ آیا، جس کی وجہ سے زمین بار بار دہلتی تھی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے اللہ جل شانہ کی حمد و ثنابیان کی اور زمین پر کوڑا مار کر فرمایا کہ ٹھہر جا کیا میں نے تجھ پر عدل نہیں کیاہے۔ یہ فرمانا تھا کہ زمین ٹھہر گئی اور زلزلہ فوراً بند ہو گیا۔

(جامع کرامات اولیاء اردو، سیدنا امیر المومنین عمر بن الخطاب، ج:1، ص:262)

اور حضرت علامہ نَبہانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ امام رازی نے اپنی شہرہ آفاق تفسیر میں سورہ کہف کی شرح میں لکھاہے کہ مدینہ طیبہ میں کسی گھر کو آگ لگ گئی جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے ایک چیتھڑے پر لکھا، اے آگ! حکمِ خداوندی سے تھم جا۔ لوگوں نے وہ چیتھڑا آگ میں ڈال دیا تو آگ فوراً بجھ گئی۔

(جامع کرامات اولیاء اردو، سیدنا امیر المومنین عمر بن الخطاب، ج:1، ص260)

ان واقعات سے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ خدائے تعالی نے مجھے کائنات عالم میں تصرف کی بے پناہ قوت عطا فرمائی ہے۔

(2) حضرت انس کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالی عنہ وصال 91ھ)

آپ مالک بن نَضَر کے بیٹے ہیں۔ کنیت ابو حمزہ ہے۔ قبیلہ خَزْرَج سے تعلق رکھتے ہیں اور حضور سید عالم ﷺ کے خاص خادم ہیں۔ آپ کی والدہ کا نام اُمِّ سُلَیْم بنت مِلْحان ہے۔ جب نبی اکرم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو اس وقت آپ کی عمر دس (10) سال تھی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالی عنہ کے زمانہ خلافت میں بصرہ منتقل ہو گئے تاکہ وہاں کے

لوگوں کو دین کی باتیں سکھائیں۔ بصرہ کے صحابہ میں سب سے آخر میں آپ کا وصال ہوا، آپ کی عمر ایک سو تین (103) سال ہوئی۔ علامہ ابن عبد البر کہتے ہیں: صحیح یہ ہے کہ ان کی ایک سو (100) اولاد ہوئی اور بعض لوگوں نے کہا کہ اسی (80)، جن میں اٹھہتر (78) لڑکے اور دو (2) لڑکیاں۔ (خطیب تبریزی)

آپ تحریر فرماتے ہیں: "رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ وَحَانَتْ صَلاَةُ العَصْرِ، فَالْتَمَسَ النَّاسُ الوَضُوءَ فَلَمْ يَجِدُوهُ، فَأُتِيَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ بِوَضُوءٍ، فَوَضَعَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ فِي ذَلِكَ الإِنَاءِ يَدَهُ، وَأَمَرَ النَّاسَ أَنْ يَتَوَضَّئُوْا مِنْهُ قَالَ: فَرَأَيْتُ المَاءَ يَنْبُعُ مِنْ تَحْتِ أَصَابِعِهِ حَتَّى تَوَضَّؤُوْا مِنْ عِنْدِ آخِرِهِمْ"۔ ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ عصر کی نماز کا وقت ہو گیا تھا اور لوگوں کو وضو کے لئے پانی کی ضرورت تھی، مگر انہیں ملتا نہیں تھا۔ تو رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں وضو کے لئے پانی پیش کیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس برتن میں اپنا مبارک ہاتھ رکھتے ہوئے لوگوں کو حکم دیا کہ اس پانی سے وضو کرو۔ میں نے دیکھا کہ آپ کی مبارک انگلیوں کے نیچے سے پانی ابل رہا تھا، لوگوں نے وضو کرنا شروع کیا، یہاں تک کہ سب نے وضو کر لیا۔ (صحیح البخاری، حدیث نمبر: 169، باب التماس الوضوء اذا حانت الصلوۃ، ج: 1، ص: 45)

حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ مزید فرماتے ہیں: "حَضَرَتِ الصَّلاَةُ فَقَامَ مَنْ كَانَ قَرِيبَ الدَّارِ مِنَ المَسْجِدِ يَتَوَضَّأُ، وَبَقِيَ قَوْمٌ، فَأُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِمِخْضَبٍ مِنْ حِجَارَةٍ، فِيهِ مَاءٌ، فَوَضَعَ كَفَّهُ، فَصَغُرَ المِخْضَبُ أَنْ يَبْسُطَ فِيهِ كَفَّهُ، فَضَمَّ أَصَابِعَهُ فَوَضَعَهَا فِي الْمِخْضَبِ فَتَوَضَّأَ الْقَوْمُ كُلُّهُمْ جَمِيعًا، قُلْتُ: كَمْ كَانُوا؟ قَالَ: ثَمَانُونَ رَجُلًا"۔ ترجمہ: نماز کا وقت ہو گیا تو جن لوگوں کے گھر مسجد کے قریب تھے وہ وضو کرنے چلے گئے اور بہت سے لوگ رہ گئے تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پتھر کا ایک برتن حاضر کیا گیا جس کے اندر پانی تھا۔ آپ نے اپنا مقدس ہاتھ پانی میں ڈال دیا، لیکن برتن چھوٹا ہونے کے سبب ہاتھ نہیں کھلتا تھا تو انگلیوں کو ملا کر برتن میں ڈالا، تو سب لوگوں نے وضو کر لیا۔ حضرت حمید (انس رضی اللہ تعالی سنہ سے روایت کرنے والے) کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس سے پوچھا وہ لوگ کتنے تھے؟ فرمایا اسی (80) آدمی تھے۔
(صحیح البخاری، حدیث نمبر: 3575، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، ج: 4، ص: 192)

حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ نے ان واقعات کو بیان فرما کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ رسول اکرم مختار دو عالم ﷺ کو خدائے تعالی نے تصرف کی وہ قوت بخشی تھی کہ آپ جب چاہتے اپنی انگلیوں کی گھائیوں (دو انگلیوں کے درمیان جوڑ کی جگہ) سے دریا بہا دیتے۔

نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام (حدائق بخشش)

(3) محدثین کے عقیدے

(1) حضرت امام بخاری کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالی عنہ، متوفی 256ھ)

آپ کا اصلی نام محمد ہے۔ آپ کے والد اسماعیل بن ابراہیم بن مُغِیرَہ تھے۔ مُغِیرَہ مجوسی تھے جو حاکم یَمان جعفی (قبیلہ جعف کی طرف منسوب ہیں) کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ بچپن ہی میں آپ کے والد کا انتقال ہو گیا، تو پرورش کی ساری ذمہ داری آپ کی والدہ نے سنبھالی، بچپن ہی میں آپ نابینا (اندھے) ہو گئے، بہت علاج کیا گیا، مگر فائدہ نہ ہوا۔ آپ کی والدہ بڑی عابدہ وزاہدہ تھیں۔ انہوں نے رو رو کر اللہ تعالی سے فریاد کی۔ ایک رات انہیں خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زیارت ہوئی۔ فرمایا اللہ تعالی نے تمہاری آہ وزاری اور دعاؤں کی کثرت کے سبب تمہارے بیٹے کی آنکھ صحیح کر دی۔ امام بخاری صبح اٹھے تو ان کی آنکھیں روشن تھیں اور ایسی روشن ہوئیں کہ چاند کی روشنی میں تاریخ کبیر تصنیف فرمائی۔

علامہ ابن حجر عَسقَلَانِی (عسقلان جگہ کا نام ہے) کی تحریر کے مطابق آپ نے کل 22 کتابیں لکھی ہیں، مگر ان میں سب سے زیادہ مشہور و مقبول بخاری شریف ہے، اور کیوں نہ ہو کہ آپ ہر حدیث کو لکھنے سے پہلے آب زم زم سے غسل فرماتے، مقام ابراہیم میں دو رکعت نفل پڑھتے، اس کے بعد حدیث کو قلمبند فرماتے۔ مُسَوَّدَہ (کوئی تحریر جس کو ابھی قطعی شکل نہ دی گئی ہو، جس میں اصلاح اور تبدیلی کی گنجائش ہو) مکمل کرنے کے بعد مدینہ طیبہ میں روضہ انور اور منبر شریف کے درمیان مُبَیَّضَہ (مسودے کی صاف اور درست لکھی ہوئی نقل) فرمایا۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی اس کتاب کو سولہ (16) سال کی مدت میں مکمل کیا۔

خدا تعالی نے آپ کو بے مثال قوت حافظہ عطا فرمایا تھا کہ آپ کو چھ لاکھ (600000) حدیثیں ان کے راویوں کے نام اور حالات کے ساتھ یاد تھیں۔ بخاری شریف میں کل سات ہزار دو سو پچھتر (7275) حدیثیں ہیں جن کی تعداد حذفِ مُکَرَّرَات (بار بار آنے والی حدیثوں کو حذف کرنے) کے بعد چار ہزار (4000) ہے۔ عید کی چاند رات 656ھ میں 13 دن کم 62 سال کی عمر میں آپ نے وفات پائی۔ سَمَرقَند (ازبکستان کا شہر ہے) کے قریب خَرتَنگ (سمرقند سے تقریبا 10 میل کا فاصلہ ہے) میں آپ کا مزارِ مبارک زیارتِ گاہ خَلَائِق ہے۔

آپ تحریر فرماتے ہیں۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالی عنہ کا بیان ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ ہجرت کے موقع پر ہم اور رسول اکرم ﷺ ساری رات صبح تک چلتے رہے یہاں تک کہ دوپہر ہو گئی، ہمیں ایک بڑا سا پتھر نظر آیا، جس کا سایہ تھا اور وہاں دھوپ نہیں تھی۔ ہم نے اس کے سایہ میں اپنی پوُستین (چمڑے کا لباس) بچھادی اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ اس پر سو جایئے، تو حضور ﷺ آرام فرمانے لگے اور میں پہرہ (نگرانی) دیتا رہا۔ اسی درمیان ہم نے ایک بکری کا دودھ اس کے چرواہے (بکریوں کی دیکھ بھال کرنے والا) سے اجازت لے کر دوہا (دودھ نکالا) اور جب رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے تو میں نے وہ دودھ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے اسے پی لیا اور بہت خوش ہوئے۔ اب ہم وہاں سے چل پڑے کیوں کہ دن ڈھل چکا تھا۔

"وَاتَّبَعَنَا سُرَاقَةُ بْنُ مَالِكٍ، فَقُلْتُ: أُتِينَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، فَقَالَ: لاَ تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَدَعَا عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ فَارْتَطَمَتْ بِهِ فَرَسُهُ إِلَى بَطْنِهَا (أُرَى: فِي جَلَدٍ مِنَ الأَرْضِ،) شَكَّ زُهَيْرٌ (راوی) فَقَالَ: إِنِّي أُرَاكُمَا قَدْ دَعَوْتُمَا عَلَيَّ، فَادْعُوَا لِي، فَاللَّهُ لَكُمَا أَنْ أَرُدَّ عَنْكُمَا الطَّلَبَ، فَدَعَا لَهُ النَّبِيُّ ﷺ فَنَجَا، فَجَعَلَ لاَ يَلْقَى أَحَدًا إِلَّا قَالَ: قَدْ كَفَيْتُكُمْ مَا هُنَا، فَلاَ يَلْقَى أَحَدًا إِلَّا رَدَّهُ، قَالَ: وَ وَفَى لَنَا"۔ ترجمہ: اسی اثنا میں ہمارا پیچھا کرتا ہوا سُراقہ بن مالک آگیا۔ میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! کوئی ہمارے پیچھے آگیا ہے۔ فرمایا، نہ ڈرو! اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر نبی اکرم ﷺ نے اس کے لئے دعا کی، تو اس کا گھوڑا پیٹ تک، سراقہ سمیت زمین میں دھنس گیا، اس نے کہا میرے خیال میں آپ دونوں نے میری ہلاکت کے لئے دعا کی ہے، اب میری نجات کے لئے دعا کریں۔ خدا کی قسم! میں آپ کی تلاش میں پھرنے والوں کو واپس کر دوں گا۔ تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس کے لئے دعا کی، تو زمین نے اسے چھوڑ دیا۔ پس جو شخص بھی اس سے ملتا تو اس سے کہہ دیتا کہ ادھر تو میں تلاش کر آیا ہوں۔ پس جو بھی ملتا وہ اسے واپس کر دیتا، اور اس نے جو ہم سے وعدہ کیا تھا اسے پورا کیا۔ (صحیح البخاری، حدیث نمبر:3615، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، ج:4، ص:201)

اور امام بخاری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا، یارسول اللہ! " إِنِّي سَمِعْتُ مِنْكَ حَدِيْثًا كَثِيْرًا فَأَنْسَاهُ، قَالَ: ابْسُطْ رِدَاءَكَ، فَبَسَطْتُ، فَغَرَفَ بِيَدِهِ فِيهِ، ثُمَّ قَالَ: ضُمَّهُ، فَضَمَمْتُهُ، فَمَا نَسِيتُ حَدِيثًا بَعْده"۔ ترجمہ: میں نے آپ سے بہت سی حدیثیں سنیں، لیکن وہ سب بھول گئیں، حضور ﷺ نے فرمایا، اپنی چادر پھیلاؤ، میں نے پھیلا دی۔ تو آپ نے لپ بھر کر (جتنا دونوں ہاتھوں میں بھر کر آسکے) اس میں ڈال دیا۔ پھر فرمایا، اسے سینے سے لگالو، تو میں نے لگالیا، پس میں اس کے بعد کسی حدیث کو نہیں بھولا۔ (صحیح البخاری، حدیث نمبر:3648، بَابُ سُؤَالِ الْمُشْرِكِينَ أَنْ يُرِيَهُمُ النَّبِيُّ ﷺ آيَةً، فَأَرَاهُمْ انْشِقَاقَ الْقَمَرِ، ج:4، ص:208)

حضرت امام بخاری اور تحریر فرماتے ہیں۔ سعید بن مِیْناء کا بیان ہے کہ میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب خندق کھودی جارہی تھی تو میں نے دیکھا کہ نبی اکرم ﷺ کو سخت بھوک لگی ہے۔ پس میں اپنی بیوی کے پاس آکر کہنے لگا کہ کھانے کی کوئی چیز ہے؟ کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو سخت بھوک کی حالت میں دیکھا ہے۔ اس نے بوری نکالی تو اس میں ایک صاع (چار کلو سے کچھ کم) جو تھے۔ اور ہمارے پاس بکری کا ایک بچہ تھا۔ پس میں نے بکری کا بچہ ذبح کیا اور بیوی نے جَو پیس لئے۔ میں نے گوشت کی بوٹیاں بنا کر انہیں پانی میں ڈال دیا۔ جب میں بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہونے کی خاطر جانے لگا تو بیوی نے کہا، کہیں مجھے رسول اللہ ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کے سامنے رسوا نہ کرنا۔

میں نے حاضر خدمت ہو کر آہستہ سے عرض کیا کہ میں نے بکری کا ایک بچہ ذبح کیا ہے، اور ہمارے پاس ایک صاع جَو کا آٹا ہے۔ لہذا آپ چند حضرات کو ساتھ لے کر تشریف لے چلیں۔ تو نبی اکرم ﷺ نے بلند آواز سے فرمایا کہ اے خندق والو! جابر نے تمہارے لئے دعوت کا انتظام کیا ہے، لہذا آؤ، چلو۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ میرے آنے تک ہانڈی نہ اتارنا، اور روٹیاں نہ پکوانا۔ پس رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے اور آپ سب لوگوں کے آگے تھے۔ جب میں گھر گیا تو بیوی نے گھبرا کر مجھ سے کہا کہ آپ نے میرے ساتھ وہی بات کر دی جس کا اندیشہ تھا۔ میں نے کہا کہ تم نے جو کچھ کہا وہ میں نے عرض کر دیا تھا۔ "فَبَصَقَ فِيهِ وَبَارَكَ، ثُمَّ عَمَدَ إِلَى بُرْمَتِنَا فَبَصَقَ فِيهِ وَ بَارَكَ، ثُمَّ قَالَ: اُدْعُ خَابِزَةً فَلْتَخْبِزْ مَعِيْ، وَاقْدَحِيْ مِنْ بُرْمَتِكُمْ وَ لاَ تُنْزِلُوهَا، وَ هُمْ أَلْفٌ، فَأُقْسِمُ بِاللَّهِ لَقَدْ أَكَلُوْا حَتَّى تَرَكُوْهُ وَانْحَرَفُوْا، وَ إِنَّ بُرْمَتَنَا لَتَغِطُّ كَمَا هِيَ، وَإِنَّ عَجِينَنَا لَيُخْبَزُ كَمَا هُوَ"۔ ترجمہ: پس حضور ﷺ نے آٹے میں لعاب دہن ڈالا، اور برکت کی دعا مانگی، پھر ہانڈی میں لعابِ دہن ڈالا اور دعائے برکت کی، اس کے بعد فرمایا کہ روٹی بنانے والی ایک اور بلا لو، تاکہ میرے سامنے روٹیاں پکائے اور تو اپنی ہانڈی سے گوشت نکال کر دیتی جائے اور فرمایا کہ ہانڈی کو نیچے نہ اتارنا، کھانے والوں کی تعداد ایک ہزار تھی، حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! سب نے کھانا کھالیا، یہاں تک کہ سب شِکم سیر ہو کر چلے گئے اور کھانا بھی پیچھے چھوڑ گئے، دیکھا گیا تو ہانڈی میں اتنا ہی گوشت موجود تھا، جتنا پکنے کے لئے رکھا تھا اور ہمارا آٹا بھی اتنا ہی تھا، جتنا کہ پکانے سے پہلے تھا۔ (صحیح البخاری، حدیث نمبر:4102، بَابُ غزوة خندق و هِيَ الاحزاب، ج:4، ص:208)

حضرت امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالی عنہ کی پنڈلی پر غزوہ خَیبَر کے دن ایسی زبردست مار لگی کہ لوگوں کو آپ کے شہید ہونے کا گمان ہو گیا۔ حضرت سلمہ فرماتے ہیں۔"فَأَتَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ فَنَفَثَ فِيهِ ثَلاَثَ نَفَثَاتٍ، فَمَا اشْتَكَيْتُهَا حَتَّى السَّاعَةِ"۔ترجمہ: میں نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے تین بار اس پر تھتکارا، پھر اس کے بعد پنڈلی میں کبھی درد نہ ہوا۔ (صحیح البخاری، حدیث نمبر:4206،بَابُ غزوة خيبر، ج:5،ص:133)

حضرت امام بخاری رضی اللہ تعالی عنہ نے مذکورہ بالا حدیثوں کو تحریر فرما کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ خدائے تعالی نے پیارے مصطفی ﷺ کو ایسے عظیم مرتبہ سے سرفراز فرمایا تھا کہ ان کے چاہنے سے گھوڑا اپنے سوار سمیت پیٹ تک زمین میں دھنس گیا۔ پھر حضور ہی کے چاہنے سے زمین نے اس کو چھوڑا۔ اور قوت حافظہ جیسی چیز کو آپ نے چادر میں ڈال کر اسے دماغ تک پہنچا دیا اور آٹا و ہانڈی میں تھوک ڈال دیا تو وہ بہت زیادہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ گوشت کے ساتھ شوربے کا مسالہ بھی بڑھ گیا۔ اور صرف تھوک دیا تو ہلاک کرنے والا زخم ہمیشہ کے لئے اچھا ہو گیا۔

(2) حضرت امام مسلم کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالی عنہ، متوفی 261ھ)

آپ کا نام نامی مُسْلِم بن حَجَّاج قُشَیْرِی کنیت ابوالحُسَیْنْ اور لقب عَسَاکِر الدِّیْنْ کا تعلق قبیلہ بنی قشیر سے تھا (جو عرب کا ایک مشہور خاندان ہے)۔ اس لئے آپ کو قشیری کہا جاتا ہے۔ آپ 204ھ میں پیدا ہوئے۔ وطن نیشاپور ہے، جو ایران میں صوبہ خُرَاسَان کا مشہور شہر ہے۔ آپ نے کئی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں، لیکن ان تمام تصانیف میں صحیح مُسْلِمْ سب سے زیادہ مشہور و مقبول ہے۔ جمہور علماء کے نزدیک آپ کی صحیح مسلم صحت و مَتَانَتْ (راویوں کی مضبوطی) میں صحیح بخاری کے بعد دوسرے درجہ کی کتاب ہے، جسے آپ نے تین لاکھ (300000) احادیث سے چھانٹ کر تصنیف کیا ہے۔

بقول شیخ محقق علیہ الرحمۃ والرضوان آپ علمائے سلف میں ایسے مُقْتَدَاء و پیشوا ہیں، کہ بعد کا کوئی عالم و مُحَدِّثْ آپ کے درجہ کو نہیں پہنچ سکا۔ آپ کی وفات 261ھ میں ہوئی، جس کا سبب عجیب و غریب ہے کہ آپ کو ایک حدیث کی تلاش تھی جسے اپنے مسودات میں آپ تلاش کر رہے تھے اور قریب ہی ایک ٹوکرہ کھجور کا رکھا ہوا تھا۔ اس میں سے کھجوریں نکال کر کھاتے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ سب کھجوریں ختم ہو گئیں اور اس وقت آپ کو اس کا احساس نہ ہوا، مگر بعد میں وہی بے اندازہ کھجوریں کھالینا ہی آپ کی وفات کا سبب بنا۔

آپ حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ مدینہ طیبہ میں مقام زَوْرَاء (زوراء مدینہ میں واقع ایک مقام ہے جو بازار اور مسجد کے قریب ہے) پر تھے کہ ایک پیالہ حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا، جس میں کچھ پانی تھا، تو آپ نے اپنی مُقَدَّسْ ہتھیلی اس میں رکھ دی۔"فَجَعَلَ يَنْبُعُ مِنْ بَيْنِ أَصَابِعِهِ،فَتَوَضَّأَ جَمِيعُ أَصْحَابِهِ، قَالَ قُلْتُ: كَمْ كَانُوا؟ يَا أَبَا حَمْزَةَ قَالَ: كَانُوا زُهَاءَ الثَّلَاثِ مِائَةِ"۔ترجمہ: پس حضور ﷺ کی مبارک انگلیوں کی گھائیوں سے پانی نکلنے لگا تو سارے صحابہ نے وضو کر لیا۔ حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت انس سے پوچھا کہ اے ابو حمزہ! آپ لوگ کتنے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ تقریباً تین سو (300)۔

(صحیح مسلم، حدیث نمبر:2279،بَابٌ فِي مُعْجِزَاتِ النَّبِيِّ ﷺ، ج:4،ص:1783)

اور حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ کے سامنے ایک شخص نے اپنے بائیں ہاتھ سے کھایا تو حضور ﷺ نے فرمایا۔"كُلْ بِيَمِينِكَ، قَالَ: لَا أَسْتَطِيعُ، قَالَ:لَا اسْتَطَعْتَ ،مَا مَنَعَهُ إِلَّا الْكِبْرُ، قَالَ: فَمَا رَفَعَهَا إِلَى فِيْهِ"۔ترجمہ: اپنے داہنے ہاتھ سے کھا! اس نے کہا میں داہنے ہاتھ سے نہیں کھا پاتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا تو داہنے ہاتھ سے نہ کھا سکے گا۔ اس نے تکبیر کی وجہ سے جھوٹا عذر کیا تھا۔"راوی نے کہا تو وہ اپنا داہنا ہاتھ منہ تک کبھی نہیں پہنچا سکا۔

(صحیح مسلم، حدیث نمبر:2021،بَابُ آداب الطعام و الشراب، ج:3،ص:1599)

اور حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ"سِرْنَا مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ حَتَّى نَزَلْنَا وَادِيًا أَفْيَحَ، فَذَهَبَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقْضِي حَاجَتَهُ، فَلَمْ يَرَ شَيْئًا يَسْتَتِرُ بِهِ، فَإِذَا شَجَرَتَانِ بِشَاطِئِ الْوَادِيْ، فَانْطَلَقَ رَسُولُ اللهِ ﷺ إِلَى إِحْدٰهُمَا، فَأَخَذَ بِغُصْنٍ مِنْ أَغْصَانِهَا، فَقَالَ: "انْقَادِيْ عَلَيَّ بِإِذْنِ اللهِ" فَانْقَادَتْ مَعَهُ كَالْبَعِيْرِ الْمَخْشُوْشِ، الَّذِي يُصَانِعُ قَائِدَهُ، حَتَّى أَتَى الشَّجَرَةَ الْأُخْرٰى، فَأَخَذَ بِغُصْنٍ مِنْ أَغْصَانِهَا، فَقَالَ:"انْقَادِي عَلَيَّ بِإِذْنِ اللهِ" فَانْقَادَتْ مَعَهُ كَذٰلِكَ، حَتَّى إِذَا كَانَ بِالْمَنْصَفِ مِمَّا بَيْنَهُمَا، فَجَلَسْتُ أُحَدِّثُ نَفْسِيْ، فَحَانَتْ مِنِّيْ لَفْتَةٌ، فَإِذَا أَنَا بِرَسُولِ اللهِ ﷺ مُقْبِلًا، وَإِذَا الشَّجَرَتَانِ قَدِ افْتَرَقَتَا، فَقَامَتْ كُلُّ وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا عَلٰى سَاقٍ،"ترجمہ:۔ ہم حضور ﷺ کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ آب و گیاہ وادی یعنی میدان میں اترے، حضور ﷺ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے، لیکن پردہ کی کوئی جگہ آپ کو نہ ملی، اچانک آپ کی نظر اس وادی کے کنارے دو درختوں پر پڑی، حضور ان میں سے ایک کے پاس گئے اور اس کی ایک شاخ کو پکڑ کر

درخت سے فرمایا کہ بحکمِ خدا میرے ساتھ چل، وہ درخت اس اونٹ کی طرح چل پڑا جس کی ناک میں نکیل بندھی رہتی ہے اور اپنے ساربان کی فرمانبرداری کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ حضور ﷺ اس دوسرے درخت کے پاس تشریف لے گئے اور اس کی ایک شاخ پکڑ کر فرمایا کہ اے درخت! تو بھی بحکمِ الٰہی میرے ساتھ چل، تو وہ بھی پہلے درخت کی طرح حضور ﷺ کیساتھ چل پڑا، یہاں تک کہ حضور ﷺ جب ان درختوں کے درمیان کی جگہ میں پہنچے تو فرمایا کہ اے درختو! تم دونوں بحکمِ الٰہی آپس میں مل کر میرے لئے پردہ بن جاؤ، تو دونوں ایک دوسرے سے مل گئے اور حضور نے ان درختوں کی آڑ میں قضائے حاجت فرمائی۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ کا بیان ہے کہ اس عجیب واقعہ کو دیکھ کر میں بیٹھا سوچ رہا تھا کہ میری نگاہ اٹھی تو اچانک میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ تشریف لا رہے ہیں اور دیکھا کہ دفعتًہ وہ دونوں درخت جدا ہو کر چلے اور اپنے تنے پر کھڑے ہو گئے۔

(صحیح مسلم، حدیث نمبر:3012،بَابُ حَدِیثِ جَابِرٍ الطَّوِیلِ وَقِصَّةِ أَبِي الْیَسَرِ ،ج:4،ص:2306)و(مشکاۃ،حدیث نمبر:5885،الفصل الاول بَابٌ فِي الْمُعْجِزَاتِ ،ج:3،ص:1648)

حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالی عنہ نے ان احادیث مبارکہ کو لکھ کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ حضور سید عالم ﷺ کو خدائے تعالی نے تصرف کا وہ مرتبہ عطا فرمایا تھا کہ حضور ﷺ اپنی انگلیوں کی گھائیوں سے پانی نکالتے اور ایک شخص کو کہہ دیا کہ تو داہنے ہاتھ سے نہ کھا سکے تو پھر ویسا ہی ہوا اور حضور ﷺ درختوں کو اس طرح چلاتے، جیسے اونٹ چلائے جاتے ہیں۔

(4) ائمہ عظام کے عقیدے

(1) حضرت امام ابو منصور ماتُرِیدِیْ کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالی عنہ، متوفی 333ھ)

آپ مشائخ کبار میں سے بہت بڑے مُحَقِّقْ (دلیل سے بات کرنے والے) و مُدَقِّقْ (علم کی باریکیوں سے آگاہی رکھنے والے) اور مُتَکَلِّمِیْنْ (علم کلام یعنی عقیدہ والوں) کے امام ہیں۔ (آپ کو ماتریدی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ سمرقند کے قریب ماترید جگہ میں رہتے تھے) مسلمانوں کے عقائد کی آپ نے تصحیح (اصلاح) فرمائی اور باطل عقیدہ والوں کے رد میں "کتابُ التَّوْحِیدْ، کتاب المَقَالات، کتاب اَوْھَامِ الْمُعْتَزِلَةْ اور کتاب الرَّدّ عَلَى الْقَرَامِطَةْ" وغیرہ کئی کتابیں لکھیں۔ ان کے علاوہ "کتاب تاوِیلَاتِ القرآن" آپ کی ایسی تصنیف ہے جو اپنا نظیر (ثانی) نہیں رکھتی۔ آپ کا مزار مبارک سمرقند میں ہے جو زیارت گاہ خاص وعام ہے۔

صاحب "حَدَائِقُ الْحَنَفِيَّةْ" (1300 ہجری تک کے علماءِ احناف کے تذکرے پر لکھی گئی کتاب) مولانا فقیر محمد جَھَلَّمِی ثم لاہوری لکھتے ہیں کہ حضرت ابو منصور ماتریدی (علیہ الرحمۃ والرضوان) کے زمانہ میں ایک بادشاہ بڑا ظالم تھا کہ لوگ اس سے تنگ آ چکے تھے۔ یہاں تک کہ زمینداروں کا ایک گروہ اس کے ہاتھ سے تنگ آکر شکایت کرنے کے لئے آپ کے پاس آیا۔ آپ اس وقت گھر میں نہ تھے، آپ کی بیوی نہایت بد خلق تھی، وہ زمینداروں کو مہمان سمجھ کر بہت سختی سے پیش آئی۔ زمیندار یہ معلوم کر کے کہ آپ باغ میں ہیں، باغ میں پہنچے۔ دیکھا کہ آپ باغ کی زمین درست کر رہے ہیں۔

آپ نے ان کو دیکھتے ہی فرمایا کہ شاید آپ کو ہمارے گھر کے کتے نے کاٹا ہو گا، پھر آپ باغ میں گئے اور وہاں سے زَرْدْ آلُو (خوبانی) کا طَبَق (تھال) بھر لائے اور زمینداروں کے سامنے رکھ دیا، چونکہ جاڑے (سردی) کا موسم تھا، زمیندار غیر موسم میں زرد آلو دیکھ کر حیران ہو گئے اور آپ سے دریافت کیا؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنے ہاتھوں سے کوئی گناہ نہیں کیا ہے۔ اس لئے جو چیز میں اس کے ذریعے سے چاہتا ہوں وہ حاصل ہو جاتی ہے۔ پھر آپ نے گھاس سے کمان اور تنکے سے تیر بنا کر اس ظالم بادشاہ کی طرف پھینکا، زمینداروں نے وہ تاریخ لکھ لی اور چلے گئے۔ معلوم ہوا کہ وہ بادشاہ اسی روز قتل ہو گیا۔ (حدائق الحنفیۃ، حدیقہ چہارم، ص:193)

غیر موسم میں باغ سے زرد آلو لا کر یہ فرمانا کہ میں ان ہاتھوں کے ذریعے جو چیز چاہتا ہوں، حاصل ہو جاتی ہے۔ اور پھر تنکا و گھاس کے تیر و کمان سے دُور دراز مقام پر موجود ظالم بادشاہ کو قتل فرما کر حضرت ابو منصور ماتریدی رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ خدا تعالی نے مجھے عالَم میں تَصَرُّف کی بے پناہ قوت عطا فرمائی ہے۔

(2) حضرت علامہ امام فخر الدین رازی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان، متوفی 606ھ)

آپ تحریر فرماتے ہیں۔ "اَلْعَبْدُ إِذَا وَاظَبَ عَلَى الطَّاعَاتِ بَلَغَ إِلَى الْمَقَامِ الَّذِيْ يَقُولُ اللَّهُ: كُنْتُ لَهُ سَمْعًا وَّ بَصَرًا فَإِذَا صَارَ نُورُ جَلَالِ اللَّهِ سَمْعًا لَهُ سَمِعَ الْقَرِيْبَ وَالْبَعِيْدَ وَ إِذَا صَارَ ذٰلِكَ النُّوْرُ بَصَرًا لَهُ رَأَى الْقَرِيْبَ وَالْبَعِيْدَ وَ إِذَا صَارَ ذٰلِكَ النُّوْرُ يَدًا لَهُ قَدَرَ عَلَى التَّصَرُّفِ فِي الصَّعْبِ وَالسَّهْلِ وَالْبَعِيْدِ وَالْقَرِيبِ"۔ ترجمہ: جب کوئی بندہ نیکیوں پر ہمیشگی اختیار کرتا ہے تو وہ اس بلند مقام تک پہنچ جاتا ہے، جس کے متعلق اللہ تعالی نے " كُنْتُ لَهُ سَمْعًا وَّ بَصَرًا" فرمایا ہے تو جب اللہ تعالی

کے جلال کا نور اس کی سمع (سننا) ہو جاتا ہے تو وہ دور و نزدیک کی آواز کو سن لیتا ہے اور جب وہی نور اس کی بصر (دیکھنا) ہو جاتا ہے تو وہ دور و نزدیک کی چیزوں کو دیکھ لیتا ہے اور جب یہی نورِ جلال اس کا ہاتھ ہو جاتا ہے تو وہ بندہ آسان و مشکل اور نزدیک و دور کی چیزوں میں تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔ (تفسیر کبیر، سورۃ الکہف، ج:21، ص:436)

حضرت علامہ امام رازی علیہ الرحمۃ والرضوان (امام فخر الدین رازی ھ1149 میں رے کے قصبے میں پیدا ہونے کی وجہ سے رازی کہلائے۔ یہ مقام قریب قریب اسی جگہ واقعی تھا جہاں آج کل ایران کا شہر تہران واقع ہے) نے اس عبارت سے اپنا عقیدہ صاف لفظوں میں بیان فرما دیا کہ جب بندہ اللہ کا محبوب ہو جاتا ہے تو خدا تعالیٰ کے جلال کا نور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہے، تو پھر وہ بندہ آسان و سخت ہر پریشانی میں اور نزدیک و دور ہر جگہ کی چیزوں میں تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے اور الحمد للہ ہم اہلسنت و جماعت کا بھی یہی عقیدہ ہے۔

(5) اولیائے کرام کے عقیدے

(1) غوث اعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ: متوفی 561ھ)

حضرت علامہ شطنوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مُحَدِّثَانَہٗ اَسَانِید کے ساتھ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک عورت حضرت غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں اپنا ایک لڑکا لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ میرے اس بچے کو آپ سے قلبی لگاؤ ہے، اس لئے میں اس کے حق سے دست (بازو) بردار ہو کر اس کو اللہ کی اور پھر آپ کی سپردگی میں دیتی ہوں۔ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی عرض قبول فرمالی اور اس بچے کو بزرگوں کے طریقے پر مجاہدات اور ریاضتیں کرنے کا حکم فرمایا۔ کچھ دنوں بعد اس کی ماں اپنے بچے کو ملنے کے لئے آئی دیکھا کہ اس کا بچہ بہت لاغر اور زرد ہو گیا ہے اور دیکھا کہ جو کی روٹی کا ٹکڑا کھا رہا ہے۔ پھر جب وہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی تو دیکھا کہ آپ کے سامنے برتن میں پوری مرغی کی ہڈیاں رکھی ہوئی ہیں، جس کو آپ تناول فرما چکے ہیں۔ اس نے کہا اے میرے سردار! آپ خود تو مرغی کھاتے ہیں اور میرے بیٹے کو جو کی روٹی کھلاتے ہیں۔ اس وقت حضرت نے ان ہڈیوں پر اپنا مبارک ہاتھ رکھا اور فرمایا۔ "قُوْمِیْ بِاِذْنِ اللّٰہِ الَّذِیْ یُحْیِی الْعِظَامَ وَھِیَ رَمِیْمٌ" یعنی اس اللہ کے حکم سے کھڑی ہو جا، جو بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ فرمائے گا۔ آپ کے اس حکم پر فوراً وہ مرغی زندہ ہو کر کھڑی ہو گئی اور چلائی۔ پھر آپ نے اس عورت سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ "اِذَا صَارَ ابْنُکِ ھٰکَذَا فَلْیَاْکُلْ مَھْمَا شَاءَ" یعنی جب تیرا بیٹا اس درجہ کو پہنچ جائے گا تو پھر جو جی چاہے کھائے گا۔ (بہجۃ الاسرار صفحہ 65)

اس واقعہ سے حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے کھائی ہوئی مرغی کو دوبارہ زندہ کر دینے کا اختیار عطا فرمایا ہے۔

حضرت علامہ شطنوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید تحریر فرماتے ہیں کہ کئی معتبر راویوں کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ کی مجلس کے اوپر سے ایک چیل چلاتی اڑتی ہوئی گزری، جس سے مجلس کے لوگوں کو الجھن ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔ "یَارِیْحُ! خُذِیْ رَأْسَ ھٰذِہِ الْحِدَأَۃَ" یعنی اے ہوا! اس چیل کا سر کاٹ لے۔ یہ کہتے ہی، چیل مردہ ہو کر زمین پر گر پڑی۔ ایک طرف اس کا سر اور دوسری طرف اس کا دھڑ گرا۔ آپ نے کرسی سے اتر کر اس کو ایک ہاتھ سے اٹھا کر دوسرا ہاتھ اس پر پھیرا اور "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" پڑھی، وہ اللہ کے حکم سے زندہ ہو کر اڑ گئی اور سب لوگ دیکھتے رہے۔ (بہجۃ الاسرار صفحہ 25)

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ عقیدہ تھا کہ خدا تعالیٰ نے ان کو ہوا پر حکومت بخشی ہے، اس لئے انہوں نے ہوا کو حکم دے کر چیل کا سر کٹوا دیا۔ حضرت علامہ شطنوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید تحریر فرماتے ہیں کہ ابو الحسن علی بن ابو بکر ابہری نے ہم سے بیان کیا کہ میں نے قاضی القضاۃ ابو صالح نصر سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں نے اپنے باپ عبدالرزاق سے سنا، وہ کہتے تھے کہ میرے والد گرامی یعنی حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن جمعہ کی نماز کے لئے نکلے، میں اور میرے دو بھائی عبدالوہاب اور عیسیٰ آپ کے ساتھ تھے۔ راستے میں ہم کو شراب کے تین مٹکے ملے، جو بادشاہ کے تھے اور جن کی بو بہت تیز تھی۔ ان کے ساتھ کوتوال اور کچہری کے کچھ دوسرے لوگ تھے۔ حضرت نے ان لوگوں سے فرمایا کہ ٹھہر جاؤ! وہ نہیں ٹھہرے اور جانوروں کے چلانے میں انہوں نے جلدی کی تو حضرت نے جانوروں سے فرمایا "قِفِیْ" ٹھہر جاؤ "فَوَقَفَتْ کَاَنَّھَا جَمَادَاتٌ" تو وہ ایسے ٹھہر گئے گویا کہ وہ جمادات ہیں۔ یعنی بے جان چیزیں، پتھر اور پہاڑ وغیرہ کی طرح اپنی جگہ پر ٹھہر گئے۔ وہ لوگ جانوروں کو بہتیرا مارتے تھے، مگر وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلتے تھے اور ان لوگوں کو قولنج کا درد شروع ہو گیا اور سخت درد کی وجہ سے سب کے سب دائیں بائیں زمین پر لوٹنے لگے۔ پھر وہ لوگ خدا تعالیٰ کو یاد کرنے لگے اور اعلانیہ توبہ و استغفار کرنے لگے، تو ان کا درد جاتا رہا اور شراب کی بو سرکہ سے بدل گئی۔ انہوں نے برتنوں کو کھولا تو دیکھا وہ سب سرکہ ہو گیا تھا۔ (بہجۃ الاسرار صفحہ 41)

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعہ سے اپنا یہ عقیدہ اچھی طرح واضح کر دیا کہ چلتے ہوئے جانوروں کو صرف زبان سے حکم دے کر جمادات کی طرح ٹھہرا دینے، لوگوں کو درد قولنج میں مبتلا کر دینے اور بیک نگاہ شراب کو سرکہ بنا دینے کی قدرت اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہے۔

حضرت علامہ شطنوفی رحمۃ اللہ تعالی علیہ مزید تحریر فرماتے ہیں کہ ابو عبد اللہ محمد بن شیخ ابو العباس خضر بن عبد اللہ بن یحیی موصلی نے مجھ سے قاہرہ میں بیان کیا کہ 623 ہجری میں مجھ کو میرے باپ نے شہر موصل میں خبر دی کہ ہم ایک رات اپنے شیخ حضرت محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ کے مدرسہ بغداد میں تھے کہ آپ کی خدمت میں بادشاہ مستنجد باللہ ابو مظفر یوسف حاضر ہوا۔ اس نے آپ سے سلام عرض کیا اور نصیحت طلب کرتے ہوئے آپ کے سامنے دس تھیلیاں رکھ دیں، جنھیں دس غلام اٹھا کر لائے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے ان کی حاجت نہیں اور قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ بادشاہ نے بڑی عاجزی کی تو آپ نے ایک تھیلی اپنے دائیں ہاتھ میں لی اور دوسری بائیں ہاتھ میں لی اور دونوں کو ہاتھ میں دبایا تو وہ خون ہو کر بہہ گئی۔

آپ نے فرمایا اے ابو المظفر! کیا تم خدا تعالی سے نہیں ڈرتے کہ لوگوں کا خون چوستے ہو اور میرے سامنے لاتے ہو۔ بادشاہ بے ہوش ہو گیا۔ آپ نے فرمایا "وَعِزَّةِ الْمَعْبُودِ لَوْ لَا حُرمَةُ اتِّصَالِهِ بِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ لَتَرَكْتُ الدَّمَ يَجْرِىْ إِلٰى مَنْزِلِهٖ" یعنی معبود کی عزت کی قسم! اگر رسول اللہ ﷺ سے اس کے رشتہ کا لحاظ نہ ہوتا تو میں خون کو ضرور چھوڑ تا کہ وہ اس کے مکان تک بہتا۔

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے اس واقعہ سے اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ خدا تعالی نے ہمیں تصرف کی وہ قوت عطا فرمائی ہے کہ میں چاندی اور سونے کے سکے درہم و دینار کو خون بنا کر اسے دور تک بہا سکتا ہوں۔

حضرت علامہ شطنوفی رحمۃ اللہ تعالی علیہ مزید تحریر فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابو عبد اللہ محمد بن شیخ ابو العباس خضر بن عبد اللہ بن یحیی موصلی نے بیان کیا کہ مجھے میرے باپ نے خبر دی کہ میں نے خلیفہ مستنجد باللہ ابو المظفر یوسف کو حضرت شیخ سیدنا عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ کی خدمت میں دیکھا۔ اس نے عرض کیا کہ میں آپ کی کوئی کرامت دیکھنا چاہتا ہوں تاکہ مجھے تسلی ہو جائے۔ آپ نے فرمایا تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا میں غیب سے سیب چاہتا ہوں۔ اور پورے ملک عراق میں وہ زمانہ سیب کا نہیں تھا۔ حضرت نے ہوا میں ہاتھ بڑھایا تو دو سیب آپ کے ہاتھ میں آگئے۔ تو ایک سیب آپ نے خلیفہ کو دیا۔ حضرت نے اپنے ہاتھ کے سیب کو کاٹا تو نہایت سفید خوشبودار تھا، جس سے مشک کی خوشبو آرہی تھی اور خلیفہ مستنجد نے اپنے ہاتھ کا سیب کاٹا تو اس میں کیڑے تھے۔ اس نے ازراہ تعجب کہا یہ کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا: اے ابو المظفر! "لَمَسَتْهَا يَدُ الظُّلْمِ فَدَوَّدَتْ" یعنی تمہارے سیب کو ظلم کے ہاتھ لگے تو اس میں کیڑے پڑ گئے۔ (بہجۃ الاسرار صفحہ 61)

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے اس واقعہ سے اپنا یہ عقیدہ ظاہر فرما دیا کہ اللہ تعالی نے مجھے وہ قدرت عطا فرمائی ہے کہ میں جس موسم میں بھی چاہوں، بغیر ظاہری اسباب کے صرف ہاتھ بڑھا کر سیب حاصل کر سکتا ہوں۔

حضرت علامہ شطنوفی رحمۃ اللہ تعالی علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ 671 ہجری میں ابو محمد رجب بن ابو منصور داری ابو زید عبد الرحمن بن سالم قرشی اور ابو عبد اللہ محمد بن عبادہ انصاری نے قاہرہ میں ہم سے بیان کیا کہ ان لوگوں سے برگزیدہ شیخ حضرت ابو الحسن قرشی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے قاسیون پہاڑ پر 617 ہجری میں بیان کیا کہ میں اور شیخ ابو الحسن علی بن ہیتی علیہ الرحمۃ والرضوان 549 ہجری میں حضرت شیخ محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ کی خدمت میں ان کے مدرسے میں جو کہ ازج کے دروازہ میں تھا، موجود تھے کہ حضرت کے پاس سوداگر ابو غالب فضل اللہ بن اسمٰعیل بغدادی ازجی حاضر ہوا اور عرض کیا۔ یا سیدی! "قَالَ جَدُّكَ رَسُولُ اللهِ ﷺ مَنْ دُعِيَ فَلْيُجِبْ وَهَا أَنَا قَدْ دَعَوْتُكَ إِلٰى مَنْزِلِيْ" ترجمہ: اے حضرت! آپ کے محترم و مکرم نانا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس شخص کی دعوت کی جائے اس کو چاہیے کہ وہ اس کو قبول کرلے اور میں آپ کو اپنے مکان پر دعوت کی زحمت دینے کے لئے حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر مجھے اجازت ملی تو آؤں گا۔ آپ نے کچھ دیر مراقبہ فرمایا اور فرمایا کہ اچھا میں آؤں گا۔ مقررہ وقت پر آپ سوار ہوئے۔ شیخ ہیتی نے آپ کی دائیں رکاب پکڑی اور میں نے بائیں رکاب تھامی۔ اس طرح اس شخص کے مکان پر پہنچے وہاں دیکھا تو بغداد کے بہت سے علماء، مشائخ اور اعیان موجود تھے۔ آپ کے پہنچنے کے بعد دستر خوان لگایا گیا۔ اور بہت قسم کے کھانے دستر خوان پر رکھے گئے۔ اس کے بعد دو شخص ایک بہت بڑا ٹوکرا اٹھا کر لائے جس کا سر ڈھکا ہوا تھا۔ یہ ٹوکرا دستر خوان کے ایک طرف لاکر رکھ دیا گیا۔ میزبان نے شیخ سے عرض کیا کہ اجازت ہے کھانا شروع کیا جائے۔ شیخ نے کچھ نہیں فرمایا اپنا سر جھکائے رہے۔ نہ خود کھانا شروع کیا اور کھانے کی اجازت بھی مرحمت نہیں فرمائی۔ چنانچہ کسی نے بھی کھانا شروع نہیں کیا۔ اہل مجلس پر آپ کی ہیبت اس طرح طاری تھی، گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں (یعنی بے حس و حرکت تمام حاضرین مجلس بیٹھے ہوئے تھے) پھر آپ نے مجھے اور شیخ علی ہیتی کو اشارہ کیا کہ اس ٹوکرے کو اٹھا کر یہاں لاؤ! چنانچہ وہ ٹوکرا ہم نے اٹھا کر شیخ کے سامنے رکھ دیا۔ ٹوکرا بہت وزنی تھا، شیخ نے ہمیں حکم دیا کہ اس ٹوکرے کو کھولو! جب ہم نے اس کو کھولا تو اس میں اس امیر کا فرزند تھا جو لنجا، مادر زاد اندھا اور مفلوج تھا، جذامی بھی تھا۔ شیخ نے اس کو دیکھ کر فرمایا "قُمْ بِإِذْنِ اللهِ" (اللہ کے حکم سے تندرست ہو کر کھڑا ہو جا) شیخ کے یہ فرماتے ہی وہ لڑکا تندرست شخص کی طرح کھڑا ہو گیا اور کوئی بیماری اس میں موجود نہیں تھی۔ حاضرین مجلس میں ایک جوش پیدا ہوا اور نعرے لگانے لگے۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ بغیر کچھ کھائے پیے اس ہجوم میں سے اُٹھ کر باہر آگئے۔

کچھ عرصہ کے بعد ہم شیخ ابو سعید قیلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں گئے اور ان کو یہ قصہ سنایا۔ انہوں نے فرمایا "اَلشَّیْخُ عَبْدُ الْقَادِرِ یُبْرِئُ الْأَکْمَہَ وَالْأَبْرَصَ وَیُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللہِ" ہاں شیخ عبد القادر، اللہ تعالیٰ کے حکم سے مادر زاد اندھوں اور برص والوں کو اچھا کرتے اور مُردوں کو جِلاتے (زندہ کرتے) ہیں۔ (بہجۃ الاسرار صفحہ 63)

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعہ سے اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ ایک شخص جو لنجا، مادر زاد اندھا، فالج زدہ اور جذامی (کوڑھی) ہو اسے بھی بیک زبان تندرست کرنے کا خدائے تعالیٰ نے مجھے اختیار عطا فرمایا ہے۔

حضرت ابو سعید قیلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی 557 ہجری) کے تعارف میں حضرت علامہ تادنی قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ بڑے صاحب حال و کرامت بزرگ ہوئے ہیں، آپ کا شمار ان چار ہستیوں میں ہوتا ہے جن کی دعائیں ہمیشہ قبول ہوئی ہیں۔ اگر کسی مریض کے لئے دعا کرتے تو وہ تندرست ہو جاتا۔ آپ معتبر فقہا و مفتیان شرع میں سے تھے، آپ کی صحبت سے اکابر اولیاء و علماء فیض یاب ہوتے۔ ایک مرتبہ آپ نے قیلویہ کی بستی میں ایک چٹان پر کھڑے ہو کر اذان پڑھی تو وہ پھٹ کر پانچ حصوں میں تقسیم ہو گئی اور زمین بھی ہیبتِ تکبیر سے پھٹ گئی۔ ایک مرتبہ کسی مرید نے قضائے حاجت کے لئے آپ کے ہاتھ سے لوٹا لیا، لیکن وہ اتفاق سے گر کر ٹوٹ گیا اور جب آپ نے اس لوٹے کو ہاتھ لگایا تو وہ صحیح و سالم ہو گیا اور اس میں پہلے کی طرح پانی بھرا ہوا تھا۔ (قلائد الجواہر صفحہ 371)

ایسے بلند پایہ بزرگ کا عقیدہ بھی تصرف کے بارے میں معلوم ہو گیا کہ وہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ شیخ عبد القادر، اللہ تعالیٰ کے حکم سے مادر زاد اندھوں اور برص والوں کو اچھا کرتے اور مُردوں کو زندہ کرتے ہیں۔

اور حضرت علامہ عبد الرحمن جامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز ابو المعال نامی درویش حضرت غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ مجلس کے دوران اُن کو پاخانہ کی حاجت ہوئی جس نے اس قدر شدت اختیار کر لی کہ یہ اپنی جگہ سے جنبش نہیں کر سکتے تھے، یہ بالکل بے طاقت ہو گئے۔ انہوں نے شیخ کی طرف استغاثہ کے طور پر دیکھا۔ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ منبر سے ایک زینہ نیچے اتر آئے۔ اس وقت پہلے زینہ پر آدمی کے سر کی طرح ایک سر ظاہر ہوا، جب دوسری سیڑھی پر حضرت اترے تو اس سر کے دوسرے اعضاء کندھا اور سینہ ظاہر ہوئے۔ اس طرح حضرت زینہ بہ زینہ اترتے تھے اور وہ شکل انسانی مکمل ہوتی جاتی تھی، یہاں تک کہ وہ حضرت کی شکل میں متشکل ہو گئی اور آواز بھی بالکل حضرت جیسی اس شکل سے آتی تھی۔ کلام بھی بالکل حضرت کے کلام کی طرح تھا۔ اس شکل کو سوائے اس حاجت مند کے اور کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا، اس وقت حضرت اس شخص کے قریب آ کر کھڑے ہو گئے اور اپنی آستین اس شخص کے سر پر ڈال دی۔

آستین کا پڑنا تھا کہ ابو المعال نے اپنے آپ کو ایک لق و دق میدان میں پایا، جہاں ایک نہر جاری تھی اور نہر کے کنارے ایک گھنا درخت تھا، ابو المعال نے اپنی کنجیوں کا گچھا اس درخت کی شاخ سے لٹکا دیا اور قضائے حاجت میں مشغول ہو گئے۔ فراغت کے بعد نہر سے وضو کیا اور دو رکعت نماز ادا کی۔ سلام پھیرنے کے بعد حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ آستین اس کے سر سے اٹھائی تو انہوں نے اپنے آپ کو پھر اس مجلس میں موجود پایا۔ ابو المعال کے اعضائے وضو ابھی تک پانی سے تر تھے اور پاخانہ کی حاجت رفع ہو چکی تھی اور حضرت اسی طرح منبر پر وعظ میں مصروف تھے۔ گویا نیچے تشریف ہی نہیں لائے تھے، ابو المعال بھی خاموش بیٹھے رہے اور کسی سے کچھ نہ کہا، لیکن جب کنجیوں کا گچھا اپنے پاس موجود نہیں پایا تو سخت پریشان ہوا۔ ایک مدت دراز کے بعد ابو المعال کو سفر کرنے کا اتفاق ہوا۔ بغداد شریف سے چودہ دن کا راستہ تھا۔ اثنائے سفر ایک میدان سے گزرے، جہاں نہر جاری تھی، ابو المعال وضو کرنے کے لئے نہر پر گئے تو یہ وہی نہر تھی، جہاں قضائے حاجت کے بعد اس روز وضو کیا تھا۔ وہاں انہوں نے اس درخت کو بھی پہچان لیا۔ ان کی کنجیوں کا گچھا اسی طرح درخت کی شاخ سے لٹکا ہوا تھا۔ ابو المعال کہتے ہیں کہ جب میں بغداد شریف واپس آیا تو حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ قصہ بیان کیا۔ شیخ نے میرا کان پکڑ کر فرمایا اے ابو المعال! جب تک ہم زندہ ہیں، یہ بات کسی سے نہ کہنا۔ (نفحات الانس صفحہ 767)

حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعہ سے اپنا یہ عقیدہ واضح طور پر ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تصرف کی وہ قدرت عطا فرمائی ہے کہ جنہیں سن کر انسانی عقل حیران ہو جائے۔

اور حضرت علامہ محمد یحییٰ تادنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ دریائے دجلہ میں ایسا سیلاب آیا کہ پانی بغداد شریف کی آبادی تک پہنچ گیا اور تمام لوگوں کو اپنے ڈوب جانے کا یقین ہو گیا، تو وہ لوگ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا کے لئے درخواست کی۔ آپ اپنا عصاء مبارک لے کر دریائے دجلہ پر پہنچ گئے اور عصا کو دریا کی اصل حد پر نصب (گاڑ) کر کے فرمایا کہ "اسی جگہ ٹھہر جا" چنانچہ فوراً ہی پانی گھٹنا شروع ہوا اور اپنی اصلی حد پر آ گیا۔ (قلائد الجواہر صفحہ 92)

اس واقعہ سے حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا یہ عقیدہ ظاہر کر دیا کہ خدا تعالیٰ نے دریا کے پانی پر بھی مجھے حکومت عطا فرمائی ہے۔

حضرت علامہ تادفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ ابو صالح عباس بیان کرتے ہیں، ایک مرتبہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ منصورا کی جامع مسجد میں تشریف لائے اور وہاں سے اپنے مدرسہ کی طرف واپس ہوئے تو اپنے چہرے پر سے رومال ہٹایا اور ایک بچھو پیشانی پر سے ہاتھ میں پکڑ کر زمین پر پھینک دیا اور جب وہ بھاگنے لگا تو فرمایا کہ "خدا کے حکم سے مر جا"، چنانچہ اسی وقت وہ مر گیا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اس نے جامع مسجد سے لے کر یہاں تک مجھے ساٹھ مرتبہ ڈنک مارا ہے۔

(قلائد الجواہر صفحہ 111)

حضرت علامہ تادفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مزید تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ معمر جرادہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان پر حاضر ہوا تو آپ کچھ تحریر فرمارہے تھے۔ اچانک چھت میں سے تین مرتبہ مٹی گری اور آپ نے اس کو جھاڑ دیا، لیکن چوتھی مرتبہ ایسا ہوا تو آپ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو وہاں ایک چوہا مٹی گرا رہا تھا، آپ نے فرمایا "تیرا سر اڑ جائے"۔ یہ کہتے ہی اس کا جسم ایک جانب گرا اور سر دوسری جانب۔ یہ دیکھ حضرت شیخ لکھنا چھوڑ کر رونے لگے اور جب میں نے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا "مجھے یہ خطرہ ہے کہ کہیں میرے دل کو تکلیف پہنچانے کے سبب سے کسی مسلمان کو اسی طرح کی تکلیف نہ پہنچ جائے، جیسی کہ چوہے کو پہنچی ہے"۔

اور شیخ عمر بن مسعود بزاز بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدرسہ میں وضو فرمارہے تھے کہ اچانک ایک چڑیا نے آپ کے کپڑوں پر بیٹ کر دی اور جب آپ نے اوپر نظر اٹھا کر دیکھا تو چڑیا مردہ ہو کر نیچے گر پڑی۔ (قلائد الجواہر صفحہ 128)

مذکورہ بالا واقعات اور اپنے کلمات سے حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا یہ عقیدہ واضح طور پر ظاہر کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تصرف کی وہ قوت عطا فرمائی ہے کہ جو میری زبان سے نکل جائے گا یا جو میں دل سے چاہوں گا وہی ہو جائے گا۔

حضرت علامہ تادفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ ابو الحسن علی بن ملاعب القواس (جن کی صداقت مشہور زمانہ ہے) فرماتے ہیں کہ میں ایک جماعت کے ہمراہ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ اس جماعت نے اپنے حالات کے مطابق دعا کرانے کا ارادہ کیا، لیکن ہماری اس بڑی جماعت میں ایک بغیر داڑھی مونچھ کا نو عمر لڑکا بھی شامل تھا، جس کے بارے میں ہم سب لوگوں کو معلوم تھا کہ اس کی عادتیں بہت بری ہیں، کیونکہ وہ نہ تو پیشاب، پاخانہ کر کے استنجا کرتا تھا اور نہ غسل جنابت کرتا تھا۔ چنانچہ ہم لوگوں نے اپنی حاجتیں بیان کرنے کے بعد حضرت شیخ سے دعا کے لئے درخواست کی اور جب میں نے آگے بڑھ کر آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیا تو پوری جماعت بوسہ دینے کے لئے ٹوٹ پڑی، مگر جب وہ نو عمر لڑکا بڑھا، تو آپ نے اپنا دست (بازو) مبارک کھینچ کر آستین میں چھپا لیا اور اس لڑکے پر ایسی نظر ڈالی کہ وہ بے ہوش ہو گیا۔ جب اسے ہوش آیا تو اس کی داڑھی اور مونچھیں نکل آئی تھیں۔ اس کے بعد اس نے توبہ کی اور پھر آپ نے اس سے مصافحہ کیا۔ (بہجۃ الاسرار صفحہ 118)

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس واقعہ سے اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے تصرف پر مجھے ایسی قدرت بخشی ہے کہ میں بیک نگاہ نو عمر لڑکے کو داڑھی مونچھ والا بنا سکتا ہوں۔

آپ خود تحریر فرماتے ہیں۔ وَهِيَ حَالَةُ الْفَنَاءِ الَّتِيْ هِيَ غَايَةُ أَحْوَالِ الْأَوْلِيَاءِ وَالْأَبْدَالِ ثُمَّ قَدْ يَرُدُّ إِلَيْهِ التَّكْوِيْنُ فَيَكُوْنُ جَمِيْعُ مَا يَحْتَاجُ إِلَيْهِ بِإِذْنِ اللهِ وَهُوَ قَوْلُهُ جَلَّ وَعَلَا فِيْ بَعْضِ كُتُبِهِ "يَا ابْنَ آدَمَ! أَنَا اللهُ الَّذِيْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنَا أَقُوْلُ لِلشَّيْءِ كُنْ فَيَكُوْنُ أَطِعْنِيْ أَجْعَلْكَ تَقُوْلُ لِلشَّيْءِ كُنْ فَيَكُوْنُ۔ ترجمہ: اور یہی فنا کی حالت ہے جو اولیاء وابدال کی حالتوں کی انتہا ہے۔ پھر ان کو تکوین (یعنی کُنْ کہنا) عطا کیا جاتا ہے تو پھر ان کو جس چیز کی بھی حاجت ہوتی ہے وہ سب کچھ باذن اللہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حق سبحانہ جل وعلا کا ارشاد اس کی بعض کتابوں میں ہے کہ اے ابن آدم! میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ میں وہ ہوں کہ کسی چیز کو کہتا ہوں، ہو جا! تو وہ ہو جاتی ہے۔ تو بھی میری اطاعت کر میں تجھے بھی ایسا کر دوں گا کہ تو بھی کسی چیز کو کہے گا کہ ہو جا! تو وہ ہو جائے گی۔ (فتوح الغیب مع بہجۃ الاسرار صفحہ 109)

اس عبارت سے حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصرف کے بارے میں اپنا عقیدہ خود ہی واضح لفظوں میں بیان فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مطیع وفرمانبردار بندوں کو مرتبہ تکوین عطا فرمادیتا ہے کہ وہ کسی چیز کو کہتے ہیں کہ ہو جا! تو وہ ہو جاتی ہے۔

اور حضور سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قصیدہ غوثیہ میں خود ہی اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا ہے۔ وَوَلَّانِيْ عَلَى الْأَقْطَابِ جَمْعًا:: فَحُكْمِيْ نَافِذٌ فِيْ كُلِّ حَالٍ۔ مجھے اللہ تعالیٰ نے تمام قطبوں پر والی وحاکم بنا دیا، تو میرا حکم ہر حال میں نافذ ہے۔ فَلَوْ اَلْقَيْتُ سِرِّيْ فِيْ بِحَارٍ:: لَصَارَ الْكُلُّ غَوْرًا فِي الزَّوَالِ۔ تو اگر میں اپنی محبت کا بھید دریاؤں پر ظاہر کر دوں تو ان کا کل پانی زمین کی تہ میں دھنس جائے۔ یعنی سارے دریا خشک ہو جائیں۔ وَلَوْ اَلْقَيْتُ سِرِّيْ فِيْ جِبَالٍ:: لَدُكَّتْ وَاخْتَفَتْ بَيْنَ الرِّمَالِ۔ اور اگر میں اپنی محبت کا راز پہاڑوں پر ظاہر کر دوں تو وہ ریزہ ریزہ ہو کر ریت میں چھپ جائیں۔ وَلَوْ اَلْقَيْتُ سِرِّيْ فَوْقَ نَارٍ:: لَخَمَدَتْ وَانْطَفَتْ مِنْ سِرِّ حَالٍ۔ اور اگر میں اپنی محبت کی حقیقت آگ پر ظاہر کر دوں تو وہ بجھ جائے اور اپنی روشنی سے محروم ہو جائے۔ وَلَوْ اَلْقَيْتُ سِرِّيْ فَوْقَ مَيْتٍ:: لَقَامَ بِقُدْرَةِ الْمَوْلٰى تَعَالٰى۔ اور اگر میں اپنی محبت کا راز کسی مُردہ پر ظاہر کر دوں تو وہ اللہ

تعالیٰ کی قدرت سے زندہ ہو کر کھڑا ہو جائے۔ بِلَادُ اللهِ مُلْكِي تَحْتَ حُكْمِي: وَ وَقْتِيْ قَبْلَ قَلْبِيْ قَدْ صَفَالِيْ۔ اللہ تعالیٰ کے شہر میرا ملک اور میرے حکم کے تحت ہیں اور میرا وقت میری جان سے پہلے میرے لئے صاف ہو چکا ہے۔

ان اشعار سے بھی حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عقیدہ کھلم کھلا ظاہر ہے۔

(2)قدوۃ السالکین حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ: متوفی 632ھ)

حضرت علامہ جامی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان القاب کے ساتھ آپ کا تذکرہ شروع کرتے ہیں۔ استاد زمانہ، فرید یگانہ، مطلع الانوار، منبع الاسرار، دلیل طریقت، ترجمان الحقیقت، استاذ الشیوخ الاکابر، الجامع بین علم الباطن والظاہر، قدوۃ العارفین، عمدۃ السالکین، العالم الربانی شہاب الدین ابو حفص عمر بن محمد البکری سہروردی علیہ الرحمۃ والرضوان۔

آپ حضرت امیر المؤمنین خلیفہ الرسول ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔ تصوف میں آپ کی نسبت آپ کے عم محترم حضرت شیخ ابو النجیب عبد القاہر سہروردی علیہ الرحمۃ والرضوان (متوفی 563ہجری) سے ہے۔ آپ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی قدس اللہ سرہ کی صحبت میں بھی رہے ہیں۔ ان دو حضرات کے علاوہ اور بہت سے مشائخ کے ساتھ آپ کی صحبت رہی ہے۔

آپ اپنے وقت میں بغداد کے شیخ الشیوخ تھے۔ اہل طریقت دور ونزدیک کے شہروں سے مسائل دریافت کرنے کے لئے آپ کے پاس آتے اور آپ ان کو حل فرمایا کرتے۔ رسالہ اقبالیہ میں مذکور ہے کہ شیخ رکن الدین علاؤ الدولہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت شیخ سعد الدین عمومی علیہ الرحمۃ والرضوان سے دریافت کیا کہ آپ نے حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کیا پایا؟ تو انہوں نے جواب میں کہا "بَحْرٌ مَوَّاجٌ لَا نِهَايَةَ" یعنی وہ ایک اتھاہ موجزن سمندر ہیں۔ پھر دریافت کیا کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ والرضوان کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ انہوں نے فرمایا "نُوْرُ مُتَابَعَةِ النَّبِيِّ ﷺ فِيْ جَبِيْنِ السُّهْرَوَرْدِيْ شَيْءٌ اٰخَرُ" یعنی حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی پیشانی میں نبی اکرم ﷺ کی متابعت کا نور کچھ اور ہی چیز ہے۔ (نفحات الانس صفحہ 714،713)

اور حضرت علامہ محمد یحیی تادنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں، آپ عراق کے ان بزرگوں میں سے ہیں جن پر حکومتِ باطنی کا اختتام ہو جاتا ہے۔ آپ عالم وفاضل تھے اور بہت فصیح وبلیغ کلام فرماتے تھے۔ نہ صرف آپ کو علم لدنی حاصل تھا، بلکہ آپ غیب کے حالات بھی بتا دیا کرتے تھے۔ اکثر خارق عادات وکرامات کا آپ سے ظہور ہوتا رہتا تھا۔ کتاب وسنت پر شدت کے ساتھ عمل پیرا تھے اور شریعت وطریقت میں اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے۔ آپ ان ہستیوں میں سے تھے، جن کے پاس حضرت غوث اعظم شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بذات خود تشریف لائے اور فرمایا کہ "اے شہاب الدین! تم مشاہرین کے آخری فرد ہو"۔ (قلائد الجواہر صفحہ 391)

اولیائے کرام کے تصرفات واختیارات کے بارے میں ایسی عظیم المرتبت شخصیت کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔ حضرت علامہ جامی قدس سرہ السامی تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ جوانی کے زمانہ میں مجھے علم کلام سے شغف ہو گیا اور میں نے علم کلام کی چند کتابیں حفظ کر ڈالیں۔ میرے چچا (حضرت شیخ ابو النجیب عبد القاہر سہروردی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) مجھے اس بات سے روکتے تھے۔ ایک دن چچا حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کے لئے گئے اور میں بھی ان کے ساتھ گیا۔ چچا نے مجھ سے فرمایا کہ حضورِ قلب کا خیال رکھنا کہ تم ایک ایسے بزرگ کے پاس چل رہے ہو جن کا قلب مبارک اللہ تعالیٰ سے خبر دیتا ہے۔ (قلب وے از حق تعالیٰ خبر دہد) اور اس کی برکات کا منتظر رہنا۔

جب ہم وہاں حاضر ہوئے تو چچا نے عرض کیا اے سیدی! میرا یہ بھتیجا عمر علم کلام سے بڑی دلچسپی رکھتا ہے۔ میں ہر چند اس کو روکتا ہوں، لیکن باز نہیں آتا۔ شیخ نے مجھ سے دریافت کیا کہ اے عمر! تم نے کون کون سی کتاب حفظ کی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ فلاں فلاں کتاب۔ تب شیخ نے اپنا دست (بازو) مبارک میرے سینے پر پھیرا۔ خدا کی قسم اسی وقت ان کتابوں سے ایک لفظ بھی مجھے یاد نہیں رہا (سب بھول گیا) اللہ تعالیٰ نے ان تمام مسائل کو میرے دل سے بھلا دیا (لیکن ان کے دست (بازو) مبارک کی برکت سے) میرے سینے کو علم لدنی سے بھر دیا۔ جب میں آپ کے پاس سے اٹھا تو آپ نے بڑی ملاطفت اور شیریں بیانی کے ساتھ فرمایا: "يَا عُمَرُ! اَنْتَ اٰخِرُ الْمَشْهُوْرِيْنَ بِالْعِرَاقِ" یعنی اے عمر! تم عراق کے آخری مشاہیر میں سے ہو۔ (ترجمہ نفحات الانس صفحہ 765)

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس واقعہ کو بیان فرما کر اپنا یہ عقیدہ روز روشن کی طرح ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ نے سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کسی کے دل پر تصرف کر کے اس کے علم کو سلب کر لینے کا بھی اختیار عطا فرمایا ہے، بلکہ آپ نے اپنے اس عقیدہ کو واضح لفظوں میں بھی بیان فرما دیا ہے جیسا کہ حضرت علامہ

نورالدین شطنوفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "کَانَ الشَّیْخُ عَبْدُالْقَادِرِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سُلْطَانُ الطَّرِیْقِ وَالتَّصَرُّفِ فِی الْوُجُوْدِ عَلَی التَّحْقِیْقِ "یعنی بے شک حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حقیقت کے اور وجود میں تصرف کرنے کے بادشاہ تھے۔ (بہجۃ الاسرار صفحہ 33)

اور حضرت علامہ تادفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی علیہ الرحمۃ والرضوان کے مصاحب شیخ نجم الدین تفلیسی فرماتے ہیں کہ میں حضرت شیخ سہروردی کے حجرہ عبادت میں داخل ہوا، وہ ان کے چلہ کا آخری دن تھا۔ اس دن میں نے دیکھا کہ شیخ ایک بہت بلند پہاڑ پر ہیں، اور آپ کے سامنے جواہرات کا انبار لگا ہوا ہے اور آپ مٹھیاں بھر بھر کر لوگوں کی جانب پھینکتے جاتے ہیں اور لوگ دوڑ دوڑ کر اٹھا رہے ہیں۔ جب موتی کم ہوتے تو وہ خود بخود بڑھ جاتے۔

جب آپ چلہ سے باہر آگئے تو میں اس واقعہ سے ذہن کو یکسر خالی کر کے سو گیا۔ دوسرے دن جب میں نے آپ سے اس واقعہ کے بارے میں تفصیل معلوم کرنا چاہی تو آپ نے میرے کچھ کہنے سے قبل ہی فرمایا کہ صاحبزادے! تم نے جو کچھ دیکھا وہ درست ہے اور یہ سب کچھ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیض اور ان کی تعلیم کا نتیجہ ہے۔
(ترجمہ قلائد الجواہر صفحہ 391)

اس واقعہ سے حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا یہ عقیدہ ثابت کیا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے تصرف کی قدرت عطا فرمائی ہے۔

(2) علم غیب

علم غیب ان باتوں کے جاننے کو کہتے ہیں، جن کو بندے عادی طور پر اپنی عقل اور اپنے حواس سے معلوم نہ کر سکیں۔ علامہ امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ "قَوْلُ جَمْہُوْرِ الْمُفَسِّرِیْنَ: اَلْغَیْبُ ھُوَ الَّذِیْ یَکُوْنُ غَائِبًا عَنِ الْحَاسَّۃِ"۔ (تفسیر کبیر جلد 1 صفحہ 174)

(1) انبیائے کرام کے عقیدے

(1) حضور سید عالم ﷺ کا عقیدہ

(وصال 11 ہجری مطابق 632 عیسوی)

حضور سید عالم ﷺ کا علم غیب کے بارے میں کیا عقیدہ تھا، اسے جاننے کے لئے مندرجہ ذیل حدیثیں ملاحظہ ہوں۔

حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ "قَامَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰی دَخَلَ اَھْلُ الْجَنَّۃِ مَنَازِلَھُمْ، وَاَھْلُ النَّارِ مَنَازِلَھُمْ حَفِظَ ذٰلِکَ مَنْ حَفِظَہٗ وَنَسِیَہٗ مَنْ نَسِیَہٗ"۔ ترجمہ: ایک بار حضور ﷺ ہم لوگوں (کے مجمع) میں کھڑے ہوئے تو آپ نے ہمیں مخلوق کی پیدائش سے بتانا شروع کیا۔ یہاں تک کہ جنتی اپنے منازل پر جنت میں داخل ہو گئے اور جہنمی اپنے ٹھکانوں پر جہنم میں پہنچ گئے۔ جس نے اس بیان کو یاد رکھا، اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔
(بخاری شریف جلد 1 صفحہ 453)

اور حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار اقدس ﷺ نے فرمایا۔ "اِنَّ اللّٰہَ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ فَرَاَیْتُ مَشَارِقَھَا وَمَغَارِبَھَا وَاِنَّ اُمَّتِیْ سَیَبْلُغُ مُلْکُھَا مَازُوِیَ لِیْ مِنْھَا" ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین سمیٹ دی تو میں نے مشرق سے مغرب تک زمین کا تمام حصہ دیکھ لیا اور عنقریب میری امت کی حکومت وہاں تک پہنچے گی، جہاں تک کہ زمین میرے لئے سمیٹی گئی۔ (مسلم شریف صفحہ 390)

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ "اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ صَعِدَ اُحُدًا وَاَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ فَرَجَفَ بِھِمْ فَضَرَبَہٗ بِرِجْلِہٖ فَقَالَ اُثْبُتْ! اُحُدُ! فَاِنَّمَا عَلَیْکَ نَبِیٌّ وَصِدِّیْقٌ وَشَھِیْدَانِ" ترجمہ: نبی کریم ﷺ، حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان کوہ احد پر چڑھے تو وہ ان کے ساتھ ہلا۔ حضور نے ٹھوکر مار کر فرمایا اُحُد! ٹھہر جا! اس لئے کہ تیرے اوپر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ (بخاری شریف جلد 1 صفحہ 519)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن مدینہ شریف کے انصار سے مکہ معظمہ میں فرمایا۔ "اَلْمَحْیَا مَحْیَاکُمْ وَالْمَمَاتُ مَمَاتُکُمْ" ترجمہ: میری زندگی وہاں ہے، جہاں تم لوگوں کی زندگی ہے اور میری وفات وہاں ہے، جہاں تمہیں انتقال کرنا ہے۔ (مسلم، مشکوۃ صفحہ 577)

اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جنگ کے لئے جب میدان بدر میں اترے تو فرمایا۔ "ھٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ وَیَضَعُ یَدَہٗ عَلَی الْاَرْضِ ھٰھُنَا وَھٰھُنَا قَالَ فَمَا مَاتَ اَحَدُھُمْ عَنْ مَوْضِعِ یَدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ"۔ ترجمہ: یہ فلاں کے ڈھیر ہونے کی جگہ ہے، اور دست مبارک زمین پر رکھتے ہوئے بتایا کہ یہاں اور یہاں۔ اور حضرت انس نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک رکھنے کی جگہ سے کوئی اِدھر اُدھر نہ ہوا۔ (مسلم مشکوۃ صفحہ 531)

اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے جنگ خیبر کے موقع پر فرمایا۔ "لَاُعْطِیَنَّ هٰذِهِ الرَّایَةَ غَدًا رَجُلًا یَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰی یَدَیْهِ" ترجمہ: کل یہ جھنڈا میں اُس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالی فتح عطا فرمائے گا۔ (بخاری جلد 2 صفحہ 60 مشکوۃ صفحہ 563)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ مجھ سے میری والدہ حضرت ام الفضل رضی اللہ تعالی عنہا نے حدیث بیان کی۔ "مَرَرْتُ بِالنَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ اِنَّکِ حَامِلٌ بِغُلَامٍ فَاِذَا وَلَدْتِهٖ فَأْتِیْنِیْ بِهٖ قَالَتْ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! اَنّٰی لِیْ ذٰلِکَ؟ وَقَدْ تَحَالَفَتْ قُرَیْشٌ اَنْ لَّا یَأْتُوا النِّسَاءَ، قَالَ: هُوَ مَا اَخْبَرْتُکِ، قَالَتْ: فَلَمَّا وَلَدْتُهٗ اَتَیْتُهٗ فَاَذَّنَ فِیْ اُذُنِهِ الْیُمْنٰی وَاَقَامَ فِی الْیُسْرٰی وَاَلْهَاهُ مِنْ رِیْقِهٖ وَسَمَّاهُ عَبْدَ اللّٰهِ وَقَالَ: اِذْهَبِیْ بِأَبِی الْخُلَفَاءِ، فَأَخْبَرْتُ الْعَبَّاسَ فَأَتَاهُ فَذَکَرَ لَهٗ فَقَالَ هُوَ مَا اَخْبَرْتُهَا هٰذَا اَبُو الْخُلَفَاءِ حَتّٰی یَکُوْنَ مِنْهُمُ السَّفَّاحُ حَتّٰی یَکُوْنَ مِنْهُمُ الْمَهْدِیّ"۔ ترجمہ: میں نبی اکرم ﷺ سامنے ہو کر گزری۔ حضور نے فرمایا تو حاملہ ہے اور تیرے پیٹ میں لڑکا ہے۔ جب وہ پیدا ہو تو اسے میرے پاس لانا۔ ام الفضل نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ! میرے حمل کہاں سے آیا؟ حالانکہ قریش نے قسمیں کھالی ہیں کہ وہ عورتوں کے پاس نہیں جائیں گے۔ فرمایا بات وہی ہے جو ہم نے تم سے ارشاد فرمائی۔ ام الفضل نے کہا: جب لڑکا پیدا ہوا میں خدمت اقدس میں حاضر ہوئی، حضور نے بچے کے داہنے کان میں اذان اور بائیں میں اقامت فرمائی اور اپنا لعاب دہن اس کے منہ میں ڈالا اور اس کا نام عبداللہ رکھا اور فرمایا کہ خلفاء کے باپ کو لے جا۔ میں نے حضرت عباس سے حضور ﷺ کا ارشاد بیان کیا۔ وہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ام الفضل نے ایسا کہا۔ فرمایا! بات وہی ہے جو ہم نے ان سے کہی، یہ خلیفوں کا باپ ہے۔ یہاں تک کہ ان میں سے سفاح ہو گا۔ یہاں تک کہ ان میں سے مہدی ہو گا۔

(دلائل النبوۃ، الدولۃ المکیہ صفحہ 153)

ان احادیث کریمہ میں ابتدائے آفرینش سے جنتیوں کے جنت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں داخل ہونے تک کی خبر دینا، مشرق سے مغرب تک، زمین کے سارے حصے کو دیکھنا، بہت پہلے حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہما کے شہید ہونے کی خبر دینا، یہ فرمانا کہ میری وفات وہیں ہو گی، مدینہ طیبہ میں جہاں انصار کی موت ہو گی، میدان بدر میں ایک دن پہلے بتادینا کہ یہاں فلاں پچھاڑا جائے گا اور یہاں فلاں ڈھیر ہو گا، خیبر میں یہ فرمانا کہ میں کل جس کو جھنڈا دوں گا اس کے ہاتھ پر فتح ہو گی اور ام الفضل کے حاملہ ہونے، پھر اس بچے کے ابوالخلفاء ہونے، یہاں تک کہ اس کی نسل سے سفاح اور مہدی کے ہونے کی اطلاع دینا سب غیب کی خبریں ہیں۔ جن سے حضور سید عالم ﷺ نے سب کو آگاہ فرمایا۔ ثابت ہوا کہ حضور ﷺ کا یہ عقیدہ تھا کہ ہم کو علم غیب حاصل ہے۔ ورنہ ان باتوں کو وہ اپنی زبان پر ہرگز نہیں لاتے۔

اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے محبوب دانائے غیوب ﷺ نے فرمایا۔ "وَاللّٰهِ مَا یَخْفٰی عَلَیَّ رُکُوْعُکُمْ وَلَا خُشُوْعُکُمْ اِنِّیْ لَاَرَاکُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَهْرِیْ"۔ ترجمہ: خدا کی قسم! تمہارا رکوع اور خشوع مجھ سے پوشیدہ نہیں، میں پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں۔ (بخاری شریف ج:1، ص:59)

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا یہ عقیدہ ہے کہ خشوع جو دل کی ایک کیفیت کا نام ہے۔ وہ بھی ان سے پوشیدہ نہیں، آپ اسے جانتے ہیں، اور یہ علم غیب ہے، پھر اس حدیث شریف سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا یہ عقیدہ بھی ثابت ہوا کہ وہ پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتے ہیں۔

اگر کوئی یہ خیال کرے کہ حالتِ نماز میں آنکھ کے کونے سے حضور نے دیکھ لیا تو فرمایا کہ میں پیٹھ کے پیچھے بھی دیکھتا ہوں، تو یہ خیال غلط ہے، اس لئے کہ صفوں کے آخر میں غلطی کرنے والے کو حضور ﷺ نے دیکھا اور تنبیہ فرمائی، جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے حدیث شریف مروی ہے کہ "صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الظُّهْرَ وَفِیْ مُؤَخَّرِ الصُّفُوْفِ رَجُلٌ فَأَسَاءَ الصَّلَاةَ فَلَمَّا سَلَّمَ نَادَاهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَا فُلَانُ اَلَا تَتَّقِی اللّٰهَ، أَلَا تَرٰی! کَیْفَ نُصَلِّیْ أَنَّکُمْ تُرَوْنَ اَنَّهٗ یَخْفٰی عَلَیَّ شَیْءٌ مِّمَّا تَصْنَعُوْنَ وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَرٰی مِنْ خَلْفِیْ کَمَا أَرٰی مِنْ بَیْنِ یَدَیَّ" ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ہم لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھائی اور صفوں کے آخر میں ایک شخص تھا جس نے نماز بری طرح پڑھی۔ جب حضور ﷺ نے سلام پھیرا تو اسے آواز دی کہ اے فلاں! کیا اللہ سے نہیں ڈرتا، کیا تو نہیں دیکھتا کہ کیسے نماز پڑھتا ہے؟ تم یہ سمجھتے ہو کہ مجھ پر تمہارا کوئی عمل چھپا رہتا ہے۔ خدا کی قسم! میں پیچھے ایسے ہی دیکھتا ہوں جیسے کہ اپنے آگے دیکھتا ہوں۔ (مشکوۃ شریف صفحہ 77)

غور کیجئے! حدیث شریف میں "فِیْ مُؤَخَّرِ الصَّفِّ" نہیں کہ پہلی صف کے آخر میں شخص مذکور تھا تو حضور ﷺ نے آنکھ کے کونے سے اس کو دیکھ لیا بلکہ "فِیْ مُؤَخَّرِ الصُّفُوْفِ" ہے۔ یعنی وہ شخص آخری صف میں تھا، لیکن حضور سید عالم ﷺ نے اپنی پیٹھ کے پیچھے سے اس کو دیکھ لیا۔ درمیان کی صفیں بھی حضور ﷺ کے دیکھنے میں رکاوٹ پیدا نہیں کر سکیں۔

سر عرش پر ہے تیری گزر، دل فرش پر ہے تیری نظر
ملکوت وملک میں کوئی شی نہیں، وہ جو تجھے پہ عیاں نہیں

(2) حضرت عیسی روح اللہ کا عقیدہ (علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام)

سورہ آل عمران میں ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا۔ "وَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا تَأْکُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ" ترجمہ: اور میں تمہیں بتاتا ہوں جو کچھ تم کھاتے ہو اور جو کچھ اپنے گھروں میں جمع کر کے رکھتے ہو۔

حضرت صدر الافاضل مولانا محمد نعیم الدین صاحب مراد آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان اس آیت کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت عیسی علیہ السلام آدمی کو بتادیتے تھے جو وہ کل کھاچکا اور آج کھائے گا اور جو اگلے وقت کے لئے بنا کر رکھا ہے۔ آپ کے پاس بچے، بہت سے جمع ہو جاتے تھے۔ آپ انہیں بتاتے تھے کہ تمہارے گھر فلاں چیز تیار ہوئی ہے، تمہارے گھر والوں نے فلاں فلاں چیز کھائی ہے۔ فلاں چیز تمہارے لئے اٹھار کھی ہے۔ بچے گھر جاتے روتے اور گھر والوں سے وہ چیز مانگتے۔ گھر والے وہ چیز دیتے اور ان سے کہتے کہ تمہیں کس نے بتایا؟ بچے کہتے! حضرت عیسی علیہ السلام نے۔ تو لوگوں نے اپنے بچوں کو آپ کے پاس آنے سے روکا اور کہا، وہ جادوگر ہیں۔ ان کے پاس نہ بیٹھو! اور ایک مکان میں سب بچوں کو جمع کر دیا۔ حضرت عیسی علیہ السلام بچوں کو تلاش کرتے ہوئے تشریف لائے تو لوگوں نے کہا وہ یہاں نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ پھر اس مکان میں کون ہے؟ انہوں نے کہا: سُوَرْ ہیں، فرمایا ایسا ہی ہو گا۔ اب جو دروازہ کھولتے ہیں تو سب سُوَرْ ہی سُوَرْ تھے۔ (پارہ 3 رکوع 13)

آیت مبارکہ اور واقعہ مذکورسے معلوم ہوا کہ حضرت عیسی علیہ السلام کا یہ عقیدہ تھا کہ اللہ تعالی نے مجھے علم غیب کی نعمت سے سرفراز فرمایا ہے۔

(2) حضرت فاطمہ زہرا اور امہات المؤمنین کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالی عنہن)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ جب سورۂ مبارکہ "إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللهِ" نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالی عنہا کو بلایا اور ان سے فرمایا "نُعِيَتْ إِلَيَّ نَفْسِي فَبَكَتْ قَالَ: لَا تَبْكِي فَإِنَّكِ أَوَّلُ أَهْلِي لَاحِقٌ بِي فَضَحِكَتْ" ترجمہ: مجھے میری وفات کی خبر دی گئی ہے تو وہ رونے لگیں، حضور ﷺ نے فرمایا: نہ رو، اس لئے کہ میرے گھر والوں میں سے سب سے پہلے تم مجھ سے ملو گی۔ تو وہ ہنس پڑیں۔

اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے کہ "إِنَّ بَعْضَ أَزْوَاجِ النَّبِيِّ ﷺ قُلْنَ لِلنَّبِيِّ ﷺ أَيُّنَا أَسْرَعُ بِكَ لُحُوقًا قَالَ أَطْوَلُكُنَّ يَدًا فَأَخَذُوا قَصَبَةً يَذْرَعُونَهَا وَكَانَتْ سَوْدَةُ أَطْوَلَهُنَّ يَدًا فَعَلِمْنَا بَعْدُ أَنَّمَا كَانَ طُوْلُ يَدِهَا الصَّدَقَةَ وَكَانَتْ أَسْرَعَنَا لُحُوقًا بِهِ زَيْنَبُ وَكَانَتْ تُحِبُّ الصَّدَقَةَ" ترجمہ: امہات المؤمنین نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ ہم میں کون سی بیوی کی آپ سے آخرت میں سب سے پہلے ملاقات ہوگی؟ حضور ﷺ نے فرمایا جس کے ہاتھ سب سے لمبے ہیں۔ یہ سن کر امہات المؤمنین نے ایک دوسرے کے ہاتھ ناپے تو پتہ چلا کہ حضرت سودہ کے ہاتھ سب سے لمبے ہیں، لیکن بعد کے واقعات نے بتایا کہ لمبے ہاتھ ہونے سے مراد صدقہ دینے میں زیادتی تھی اور ہم میں سب سے پہلے انتقال کرنے والی حضرت زینب تھیں جو صدقہ دینے کو بہت محبوب رکھتی تھیں۔ (بخاری صفحہ 191 جلد 01۔ مشکوۃ صفحہ 165)

حضور ﷺ کی اس خبر پر کہ "میرے گھر والوں میں سے تم سب سے پہلے مجھ سے ملو گی، حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ تعالی عنہا کا خوش ہو کر ہنسنا اور امہات المؤمنین کا حضور سے دریافت کرنا کہ ہم بیویوں میں سے کون آخرت میں سب سے پہلے آپ سے ملاقات کرے گی؟ اور پھر حضور ﷺ کے ارشاد پر ایک دوسرے کے ہاتھ کا ناپنا، ان سارے واقعات سے کھلم کھلا ثابت ہے کہ حضرت فاطمہ زہراء اور امہات المؤمنین رضی اللہ تعالی عنہن کا یہ عقیدہ تھا کہ حضور ﷺ کو غیب کا علم ہے اور جو انہوں نے فرمایا ہے وہی ہو کر رہے گا۔

(3) صحابہ کرام کا عقیدہ (رضوان اللہ تعالی علیہم)

جن حدیثوں میں حضور سید عالم ﷺ کے علم غیب کا بیان ہے۔ صحابہ نے ان کو روایت کیا، جس سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ حضور ﷺ کو علم غیب ہے، اس کے علاوہ خود صحابہ کے واقعات سے بھی واضح ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ عقیدہ صحیح ہے کہ اللہ کے محبوب بندوں کو غیب کا علم ہوا کرتا ہے۔

(1) حضرت ابوبکر صدیق کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالی عنہ وصال اقدس ۱۳ ہجری)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میرے باپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنے مرض موت میں مجھے وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میری پیاری بیٹی! میرے پاس جو کچھ مال تھا، آج وہ مال وارثوں کا ہو چکا ہے۔ میری اولاد میں تمہارے دو بھائی عبد الرحمن و محمد ہیں اور تمہاری دو بہنیں ہیں۔ لہٰذا میرے مال کو تم لوگ قرآن مجید کے فرمان کے مطابق تقسیم کر کے اپنا اپنا حصہ لے لینا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے عرض کیا کہ ابا جان! میری تو ایک ہی بہن اسماء ہے۔ یہ میری دوسری بہن کون ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تمہاری سوتیلی ماں حبیبہ بنت خارجہ جو حاملہ ہے، اس کے پیٹ میں لڑکی ہے، وہی تمہاری دوسری بہن ہے۔ چنانچہ آپ کے وصال فرمانے کے بعد آپ کے فرمان کے مطابق حبیبہ بنت خارجہ کے پیٹ سے لڑکی (اُمِّ کلثوم) ہی پیدا ہوئی۔ (موطا امام محمد صفحہ 348)

اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ کو اس بات کا علم تھا کہ میں اسی مرض میں انتقال کر جاؤں گا، اسی لئے آپ نے فرمایا کہ آج میرا مال میرے وارثوں کا ہو چکا ہے اور آپ یہ بات یقین کے ساتھ جانتے تھے کہ ان کا حبیبہ کے پیٹ میں لڑکا نہیں ہے، لڑکی ہے اور ان دونوں باتوں کا جاننا یقیناً علم غیب ہے، جن کو بیان فرما کر انہوں نے اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ دوسرے خاص بندوں کو بھی غیب کا علم ہوتا ہے۔

(2) حضرت عمر فاروق اعظم کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالی عنہ وصالِ اقدس 23 ہجری)

علامہ ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں حضرت عمر بن حارث رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی ہے کہ عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کا خطبہ فرمارہے تھے۔ یکایک آپ نے درمیان میں خطبہ چھوڑ کر تین بار یہ فرمایا: "یَاسَارِیَۃُ! اَلْجَبَلُ، یَاسَارِیَۃُ! اَلْجَبَلُ، یَاسَارِیَۃُ! اَلْجَبَلُ "یعنی اے ساریہ! پہاڑ کی طرف جاؤ، اے ساریہ! پہاڑ کی طرف جاؤ، اے ساریہ! پہاڑ کی طرف جاؤ۔ اس طرح حضرت ساریہ رضی اللہ تعالی عنہ کو پکار کر پہاڑ کی طرف جانے کا حکم دیا اور اس کے بعد پھر خطبہ شروع فرمایا۔

حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ تعالی عنہ نے بعد نماز حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے دریافت کیا کہ آپ تو خطبہ فرمارہے تھے۔ پھر یکا یک بلند آواز سے کہنے لگے۔ "یَاسَارِیَۃُ! اَلْجَبَلُ "تو یہ کیا معاملہ تھا؟ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا، قسم ہے خدائے ذوالجلال کی! میں ایسا کہنے پر مجبور ہو گیا تھا۔ "رَاَیْتُھُمْ یُقَاتِلُوْنَ عِنْدَ جَبَلٍ یُؤْتُوْنَ مِنْ بَیْنِ اَیْدِیْھِمْ وَ مِنْ خَلْفِھِمْ فَلَمْ اَمْلِکْ اَنْ قُلْتُ یَا سَارِیَۃُ! اَلْجَبَلُ" میں نے مسلمانوں کو دیکھا کہ وہ پہاڑ کے پاس لڑ رہے ہیں اور کفار ان کو آگے اور پیچھے سے گھیرے ہوئے ہیں۔ یہ دیکھ کر مجھ سے ضبط نہ ہو سکا اور میں نے کہہ دیا، اے ساریہ! پہاڑ کی طرف جاؤ۔

اس واقعہ کے کچھ روز بعد حضرت ساریہ رضی اللہ تعالی عنہ کا قاصد ایک خط لے کر آیا جس میں لکھا تھا کہ ہم لوگ جمعہ کے دن کفار سے لڑ رہے تھے اور قریب تھا کہ ہم شکست کھا جاتے کہ عین جمعہ کی نماز کے وقت ہم نے کسی کی آواز سنی۔ "یَاسَارِیَۃُ! اَلْجَبَلُ "اے ساریہ! پہاڑ کی طرف ہٹ جاؤ۔ اس آواز کو سن کر ہم پہاڑ کی طرف چلے گئے تو خدا تعالی نے کافروں کو شکست دی۔ ہم نے انہیں قتل کر ڈالا۔ اس طرح ہم کو فتح حاصل ہو گئی۔ (تاریخ الخلفاء صفحہ 86 اور مشکوۃ شریف صفحہ 546 پر یہی واقعہ اختصار کے ساتھ ہے)

اور حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے ملک روم میں ایک لشکر بھیجا، اس کے بعد ایک دن اچانک مدینہ طیبہ میں بلند آواز سے دو مرتبہ فرمایا "یَا لَبَّیْکَاہُ یَا لَبَّیْکَاہُ" یعنی اے شخص! میں تیری پکار پر حاضر ہوں۔ کچھ دنوں بعد وہ لشکر مدینہ طیبہ واپس آیا۔ آپ نے اس لشکر کے سپہ سالار سے فرمایا کہ جس سپاہی کو تم نے زبردستی دریا میں اتارا تھا اور اس نے "یَاعُمَرَاہُ یَاعُمَرَاہُ" پکارا تھا، اس کا کیا واقعہ تھا؟ سپہ سالار نے عرض کیا کہ مجھے اپنی فوج کو دریا کے پار اتارنا تھا۔ اس لئے میں نے اُس کو پانی کی گہرائی کا اندازہ کرنے کے لئے دریا میں اترنے کا حکم دیا تھا، مگر موسم بہت سرد تھا اور زور دار ہوا چل رہی تھی، اِس لئے اُس کو سردی لگ گئی اور اُس نے دو مرتبہ بلند آواز سے "یَاعُمَرَاہُ، یَاعُمَرَاہُ" کہا اور انتقال کر گیا۔ خدا گواہ ہے کہ میں نے ہرگز اس کو ہلاک کرنے کی نیت سے دریا میں اترنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ آپ نے فرمایا ایسے موسم میں اس سپاہی کو دریا کی گہرائی میں اتارنا قتل خطا کے حکم میں ہے۔ لہٰذا اپنے مال سے تم اس کے وارثوں کو اس کا خون بہا ادا کرو۔ (ازالۃ الخفا صفحہ 172)

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ نہاوند جو ملک ایران میں ہے وہاں پر لڑائی کرنے والے مجاہدین اسلام کو حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے مدینہ منورہ سے دیکھا اور ملک روم میں سپاہی کو زبردستی دریا میں اتارے جانے کو وہیں سے ملاحظہ فرمایا۔ اور یہ علم غیب ہے جسے آپ نے لوگوں پر ظاہر فرما کر ثابت کر دیا کہ اللہ کے صالح بندوں کے لئے علم غیب کا عقیدہ حق ہے، اسے شرک و کفر سمجھنا گمراہی و بدمذہبی ہے۔

(4) مفسرین کا عقیدہ

(1) حضرت امام فخر الدین رازی

(علیہ الرحمۃ والرضوان، متوفی 606 ہجری)

حضرت امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ و الرضوان پارہ 15 رکوع 13 کی آیت کریمہ "اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَھْفِ" الخ کے تحت تفسیر کبیر میں تحریر فرماتے ہیں۔ "اَلْعَبْدُ اِذَا وَاظَبَ عَلَی الطَّاعَاتِ بَلَغَ الْمَقَامَ الَّذِیْ یَقُوْلُ اللہُ کُنْتُ لَہٗ سَمْعًا وَّ بَصَرًا، فَاِذَا صَارَ نُوْرُ جَلَالِ اللہِ سَمْعًا لَّہٗ فَسَمِعَ الْقَرِیْبَ وَ الْبَعِیْدَ، وَ اِذَا صَارَ ذٰلِکَ النُّوْرُ بَصَرًا لَّہٗ رَاَی الْقَرِیْبَ وَ الْبَعِیْدَ، وَ اِذَا صَارَ ذٰلِکَ النُّوْرُ یَدًا لَّہٗ قَدَرَ عَلَی التَّصَرُّفِ فِی السَّھْلِ وَ الصَّعْبِ وَ الْقَرِیْبِ وَ الْبَعِیْدِ" جب کوئی بندہ نیکیوں پر ہمیشگی اختیار کرتا ہے تو اس مقام تک پہنچ جاتا ہے کہ جس کے متعلق اللہ تعالی نے "کُنْتُ لَہٗ سَمْعًا وَّ بَصَرًا" فرمایا ہے۔ تو جب اللہ کے جلال کا نور اس کی سمع ہو جاتا ہے تو وہ دور و نزدیک کی آواز کو سن لیتا ہے اور جب یہی نور

اس کی بصر ہو جاتا ہے تو وہ دور و نزدیک کی چیزوں کو دیکھ لیتا ہے اور جب یہی نور جلال اس کا ہاتھ ہو جاتا ہے تو وہ بندہ آسان و مشکل اور دور و نزدیک کی چیزوں میں تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔

(2)حضرت علامہ قاضی ناصرالدین کا عقیدہ

(رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، متوفی 685ہجری)

حضرت علامہ قاضی ناصر الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی 685ہجری) پارہ 4رکوع 9کی آیت مبارک "وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُطْلِعَکُمْ" الخ کے تحت تفسیر بیضاوی میں تحریر فرماتے ہیں۔"وَمَا کَانَ اللّٰہُ لِیُؤْتِیَ اَحَدَکُمْ عِلْمَ الْغَیْبِ فَیَطَّلِعَ عَلٰی مَافِی الْقُلُوْبِ مِنْ کُفْرٍ وَّ اِیْمَانٍ وَّلٰکِنَّ اللّٰہَ یَجْتَبِیْ لِرِسَالَتِہٖ مَنْ یَّشَاءُ فَیُوْحِیْ اِلَیْہِ وَیُخْبِرُہٗ بِبَعْضِ الْمُغِیْبَاتِ"۔ترجمہ: اور اللہ کی یہ شان نہیں کہ اے عام لوگو! تم میں سے کسی کو علم غیب عطا فرمادے اور دلوں کے کفر و ایمان پر مطلع کر دے۔ ہاں اس منصب اور اپنی پیغمبری کے لئے اللہ جس کو چاہتا ہے، چن لیتا ہے تو اس کی طرف وحی فرماتا ہے اور بعض غیبوں کی اس کو خبر دے دیتا ہے۔

(5)محدثین کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

محدثین کرام وہ ہستیاں ہیں، جنہوں نے حضور سید عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی احادیث کریمہ کو جمع کرنے کے لئے بڑی بڑی مشقتوں کو برداشت کیا اور ان کو پڑھنے پڑھانے اور سمجھنے سمجھانے کے لئے اپنی زندگی کو وقف کیا۔ اب علم غیب کے بارے میں اس مقدس گروہ کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔

(1)حضرت امام بخاری کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان، متوفی 256ہجری)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "نَعَی النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم زَیْدًا وَّ جَعْفَرًا وَّ ابْنَ رَوَاحَۃَ لِلنَّاسِ قَبْلَ اَنْ یَّأْتِیَھُمْ خَبَرُھُمْ فَقَالَ اَخَذَ الرَّایَۃَ زَیْدٌ فَاُصِیْبَ ثُمَّ اَخَذَ جَعْفَرٌ فَاُصِیْبَ ثُمَّ اَخَذَ ابْنُ رَوَاحَۃَ فَاُصِیْبَ وَعَیْنَاہُ تَذْرِفَانِ حَتّٰی اَخَذَ الرَّایَۃَ سَیْفٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ یَعْنِیْ خَالِدَ بْنَ الْوَلِیْدِ حَتّٰی فَتَحَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ" نبی اکرم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت زید، حضرت جعفر اور حضرت ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شہادت کی خبر آنے سے پہلے ان لوگوں کے شہید ہو جانے کی اطلاع دیتے ہوئے فرمایا کہ زید نے جھنڈا ہاتھ میں لیا اور شہید کئے گئے، پھر جعفر نے جھنڈے کو سنبھالا اور وہ بھی شہید ہوئے، پھر ابن رواحہ نے جھنڈے کو لیا اور وہ بھی شہید کئے گئے۔ آپ یہ واقعہ بیان فرمارہے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ پھر آپ نے فرمایا اب جھنڈے کو اس شخص نے لیا جو خدا تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔ یعنی خالد بن ولید نے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ (بخاری شریف جلد 2صفحہ 611)

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا: "مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم بِحَائِطٍ مِّنْ حِیْطَانِ الْمَدِیْنَۃِ اَوْ مَکَّۃَ فَسَمِعَ صَوْتَ اِنْسَانَیْنِ یُعَذَّبَانِ فِیْ قُبُوْرِھِمَا فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم مَا یُعَذَّبَانِ فِیْ کَبِیْرٍ، ثُمَّ قَالَ: بَلٰی کَانَ اَحَدُھُمَا لَا یَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِہٖ وَکَانَ الْاٰخَرُ یَمْشِیْ بِالنَّمِیْمَۃِ" ترجمہ: نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم مدینہ یا مکہ کے باغات میں سے کسی باغ میں تشریف لے گئے تو دو آدمیوں کی آواز سنی، جن پر ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا۔ آپ نے فرمایا ان دونوں پر عذاب ہو رہا ہے، مگر کسی بڑی بات پر نہیں۔ پھر فرمایا: ہاں (خدا تعالیٰ کے نزدیک بڑی بات ہے) ان میں سے ایک تو اپنے پیشاب سے نہیں بچتا تھا اور دوسرا چغلی کھایا کھاتا تھا۔ (بخاری شریف جلد 1صفحہ 35)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا۔ "اِذَا ھَلَکَ کِسْرٰی فَلَا کِسْرٰی بَعْدَہٗ وَاِذَا ھَلَکَ قَیْصَرُ فَلَا قَیْصَرَ بَعْدَہٗ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ! لَتُنْفَقَنَّ کُنُوْزُھُمَا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ"۔ ترجمہ: جب کسریٰ ہلاک ہو گا تو اس کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہو گا اور جب قیصر ہلاک ہو گا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہو گا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے! ضرور ضرور ان دونوں کے خزانے اللہ کی راہ میں خرچ کئے جائیں گے۔ (بخاری شریف جلد 1صفحہ 511)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "اِذَا اَحْبَبْتُہٗ فَکُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ وَیَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِھَا وَرِجْلَہُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِھَا"۔ ترجمہ: جب میں بندہ کو اپنا دوست بنالیتا ہوں تو اس کی سماعت ہو جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی بصارت ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ (بخاری جلد 2صفحہ 963، مشکوۃ صفحہ 197)

جنگ موتہ جو ملک شام میں ہو رہی تھی، حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا مدینہ طیبہ میں بیٹھے ہوئے اس کے سارے حالات کو بتانا، زمین کے اندر دو آدمیوں پر ہونے والے عذاب کو اوپر سے ملاحظہ فرمانا اور پھر یہ بھی بتانا کہ ان پر عذاب کیوں ہو رہا ہے، قیصر و کسریٰ کی حکومت ختم ہونے کی خبر دینا اور خدائے ذوالجلال کی قسم کے ساتھ فرمانا کہ ان کے خزانے اللہ تعالیٰ کے

راستے میں خرچ کئے جائیں گے۔ یہ سب غیب کی باتیں ہیں جن کو امام بخاری رضی اللہ تعالی عنہ نے اپنی کتاب بخاری شریف میں لکھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ امام بخاری کا یہ عقیدہ تھا کہ حضور ﷺ کو علم غیب ہے۔ ورنہ اس طرح کی حدیثوں کو وہ اپنی کتاب بخاری میں ہرگز نہ لکھتے۔ آخری حدیث قدسی سے امام بخاری کا یہ عقیدہ بھی ثابت ہوا کہ اللہ تعالی کے محبوب دانائے خفایا و غیوب جناب احمد مجتبی محمد ﷺ کی ذات اقدس تو بہت ارفع و اعلیٰ اور بلند و بالا ہے۔ اللہ تعالی تو عام بندوں میں سے جب کسی کو اپنا دوست بنا لیتا ہے تو اس کی سماعت و بصارت ہو جاتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ امام بخاری کے نزدیک وہ بھی غیب داں ہو جاتا ہے۔ دور و نزدیک کی باتوں کو سنتا ہے اور دور و نزدیک کی حالتوں کو دیکھتا ہے۔ اس لئے کہ جب اسے یہ درجہ حاصل ہو جائے تو اس میں صفات خداوندی کا جلوہ ضرور ظاہر ہو گا۔

(2) حضرت امام مسلم کا عقیدہ

(علیہ الرحمہ والرضوان، متوفی 261 ہجری)

حضرت ابو زید یعنی عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "صَلّٰی بِنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ الْفَجْرَ وَ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰی حَضَرَتِ الظُّهْرُ فَنَزَلَ فَصَلّٰی ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰی حَضَرَتِ الْعَصْرُ ثُمَّ نَزَلَ فَصَلّٰی ثُمَّ صَعِدَ الْمِنْبَرَ فَخَطَبَنَا حَتّٰی غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَأَخْبَرَنَا بِمَا كَانَ وَ بِمَا هُوَ كَائِنٌ فَأَعْلَمُنَا أَحْفَظُنَا"۔ ترجمہ: رسول اکرم ﷺ نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر رونق افروز ہو کر ہمارے سامنے تقریر فرمائی۔ یہاں تک کہ ظہر کی نماز کا وقت آ گیا۔ پھر منبر سے تشریف لا کر نماز پڑھائی۔ اس کے بعد پھر منبر پر تشریف لے گئے اور تقریر فرمائی۔ یہاں تک کہ عصر کی نماز کا وقت آ گیا۔ پھر منبر سے اتر کر نماز پڑھائی اس کے بعد منبر پر تشریف لے گئے اور تقریر فرمائی، یہاں تک کہ سورج ڈوب گیا۔ تو اس تقریر میں جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہونے والا ہے، سارے واقعات کی حضور ﷺ نے ہمیں خبر دے دی۔ تو ہم میں سب سے زیادہ جاننے والا وہ شخص ہے جسے حضور ﷺ کی بتائی ہوئی خبریں زیادہ یاد ہیں۔ (مسلم شریف جلد 2 صفحہ 390)

اور حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا ہے۔ "إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ كَانَ يُرِيْنَا مَصَارِعَ أَهْلِ بَدْرٍ بِالْاَمْسِ وَ يَقُوْلُ هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ غَدًا إِنْ شَاءَ اللّٰہُ وَهٰذَا مَصْرَعُ فَلَانٍ غَدًا اِنْ شَاءَ اللّٰہُ قَالَ عُمَرُ: وَالَّذِیْ بَعَثَهٗ بِالْحَقِّ مَا اَخْطَاءُوْا حُدُوْدَ الَّتِیْ حَدَّهَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ"۔ ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے جنگ بدر سے ایک روز پہلے ہم لوگوں کو وہ تمام مقامات دکھا دیئے تھے، جہاں بدر کی لڑائی میں شریک ہونے والے مشرکین قتل ہوئے۔ آپ نے فرمایا: کل ان شاء اللہ تعالی یہاں فلاں مشرک گر کر مرے گا اور کل ان شاء اللہ تعالی یہاں فلاں شخص ڈھیر ہو گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس نے رسول اللہ ﷺ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے کہ جو مقامات حضور ﷺ نے بتا دیئے تھے، ان سے ذرا بھی تجاوز نہیں ہوا۔ یعنی وہ کافر اسی جگہ مارے گئے جو جگہ حضور ﷺ نے بتا دی تھی۔
(مسلم جلد 2 صفحہ 102)

اور حضرت جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا: "قَدِمَ النَّبِيُّ ﷺ مِنْ سَفَرٍ فَلَمَّا كَانَ قُرْبَ الْمَدِيْنَةِ هَاجَتْ رِيْحٌ تَكَادُ أَنْ تَدْفِنَ الرَّاكِبَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بُعِثَتْ هٰذِهِ الرِّيْحُ لِمَوْتِ مُنَافِقٍ فَقَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَإِذَا عَظِيْمٌ مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ قَدْ مَاتَ" ترجمہ: نبی اکرم ﷺ سفر سے واپس آ رہے تھے۔ جب مدینہ شریف کے قریب پہنچے تو سخت آندھی آئی، قریب تھا کہ وہ مسافر کو دفن کر دے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ آندھی ایک منافق کی موت پر بھیجی گئی ہے۔ جب مدینہ منورہ پہنچے تو اس روز ایک بہت بڑا منافق مر گیا تھا۔ (مسلم، مشکوۃ صفحہ 536)

اور حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: "سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ يَقُوْلُ لَتَفْتَحَنَّ عِصَابَةٌ مِّنَ الْمُسْلِمِيْنَ كَنْزَ اٰلِ كِسْرَى الَّذِیْ فِی الْأَبْيَضِ"۔ ترجمہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ضرور ضرور مسلمانوں کی ایک جماعت کسری کے خزانے کھولے گی جو کہ ابیض مقام پر ہو گا۔
(مسلم، مشکوۃ صفحہ 466)

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ اس حدیث شریف کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ "ایں گنج در زمانِ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالی عنہ بیرون آوردہ شد۔ یعنی یہ خزانہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے زمانہ مبارک میں نکالا گیا۔ (اشعۃ اللمعات جلد 4 صفحہ 299)

اور حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا: "اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ لِعَمَّارٍ حِيْنَ يَحْفِرُ الْخَنْدَقَ فَجَعَلَ يَمْسَحُ رَاسَهٗ وَيَقُوْلُ: بُؤْسَ ابْنِ سُمَيَّةَ، تَقْتُلُکَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ"۔ ترجمہ: رسول اکرم ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ تعالی عنہ سے فرمایا جبکہ وہ خندق کھود رہے تھے۔ حضور ان کے سر پر دست مبارک پھیرتے اور فرماتے جاتے تھے۔ ابن سمیہ کی سختی، کہ تمہیں باغی گروہ قتل کرے گا۔ (مسلم، مشکوۃ صفحہ 532)

حضور سید عالم ﷺ کے ارشاد کے مطابق جنگ صفین میں حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہہ کے لشکر کے ساتھ حضرت عمار رضی اللہ تعالی عنہ شہید کئے گئے۔

جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہونے والا ہے، حضور ﷺ کا سارے واقعات کی خبر دینا، میدان بدر میں ایک دن پہلے ہی بتادینا کہ کون کافر کس جگہ قتل کیا جائے گا، مدینہ منورہ پہنچنے سے پہلے اس آبادی میں ایک بڑے منافق کے مرنے کی خبر دینا، کئی سال قبل اس بات سے آگاہ کر دینا کہ ابیض کا خزانہ مسلمان کھولیں گے اور حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تقریباً 32 سال پہلے یہ بتادینا کہ تم کو باغی جماعت قتل کرے گی۔ یہ سب غیب کی خبریں ہیں جن کو حضرت امام مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتاب مسلم شریف میں لکھ کر یہ ثابت کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ کو علم غیب ہے۔ ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے۔

(6) اولیاء اللہ کے عقیدے

اللہ کے ولی وہ مسلمان مخصوص بندے ہوتے ہیں جو بقدر طاقت بشری اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے عارف ہوتے ہیں، احکام شرع کے پابند ہوتے ہیں اور لذات و شہوات سے انہماک نہیں رکھتے۔ ان کے مختلف درجے ہیں، مگر سب اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں اور بڑی عظمت و بزرگی والے ہیں۔ اب علم غیب کے بارے میں ان کے عقیدے ملاحظہ ہوں۔

(1) حضرت امام باقر کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ، متوفی 114 ہجری)

آپ نواسۂ رسول نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرزند ارجمند ہیں۔ آپ کے بارے میں حضرت علامہ جامی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

ایک معتبر راوی کا بیان ہے کہ ہم حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ ہشام بن عبد الملک کے گھر کے پاس سے اس وقت گزرے جب کہ وہ اس کی بنیاد رکھ رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: خدا کی قسم! یہ گھر خراب و خستہ ہو جائے گا اور لوگ اس کی مٹی تک کھود کر لے جائیں گے۔ یہ پتھر جن سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے کھنڈرات میں تبدیل ہو جائیں گے۔ راوی کا بیان ہے کہ مجھے آپ کی اس بات سے تعجب ہوا کہ ہشام کے گھر کو کون تباہ و برباد کر سکتا ہے مگر جب ہشام کا انتقال ہو گیا، تو ولید بن ہشام کے حکم پر اس مکان کو گرا دیا گیا اور مٹی کو اس حد تک کھودا گیا کہ اس کی بنیاد کے پتھر نظر آنے لگے۔ میں نے خود اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ (شواہد النبوۃ صفحہ 318)

اور امام جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ایک دن میرے والد ماجد حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے فرمایا کہ میری عمر صرف پانچ سال اور رہ گئی ہے۔ جب انہوں نے وفات پائی تو ہم نے ماہ و سال گنے تو وہی مدت نکلی، جتنی کہ آپ نے بتائی تھی۔ (شواہد النبوۃ صفحہ 319)

اور بزرگوں میں سے ایک شخص کا بیان ہے کہ میں مکہ معظمہ میں تھا کہ مجھے حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کا شوق ہوا۔ میں صرف اسی غرض سے مدینہ طیبہ گیا۔ جس رات میں وہاں پہنچا، سخت بارش ہوئی، جس کے سبب سردی بہت بڑھ گئی۔ آدھی رات گزر گئی تب میں آپ کے گھر پہنچا، میں ابھی اسی فکر میں تھا کہ آپ کا دروازہ اسی وقت کھٹ کھٹاؤں یا صبر سے کام لوں، یہاں تک کہ صبح کے وقت وہ خود ہی باہر تشریف لے آئیں! اچانک آپ کی آواز سنائی دی۔ آپ نے فرمایا: اے لونڈی! فلاں شخص کے لئے دروازہ کھول دے۔ اس لئے کہ آج کی رات اسے سخت سردی لگ گئی ہے۔ لونڈی نے آکر دروازہ کھولا اور میں اندر چلا گیا۔ (شواہد النبوۃ صفحہ 320)

ایک اور بزرگ روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا، ایک لونڈی باہر آئی، وہ جوانی میں قدم رکھ رہی تھی، مجھے بہت اچھی لگی، میں نے اس کے پستانوں کو چھوتے ہوئے کہا، اپنے آقا سے کہو فلاں شخص دروازے پر حاضر ہے۔ اندر سے آواز آئی کہ گھر میں آجاؤ، ہم تمہارے انتظار میں ہیں۔ میں اندر گیا تو عرض کیا حضور! میرا ارادہ برا نہیں تھا، آپ نے فرمایا: تم سچ کہتے ہو، لیکن کبھی یہ خیال نہ کرنا کہ یہ در و دیوار ہماری آنکھوں کے سامنے ویسے ہی بحیثیت حجاب ہوتے ہیں جیسے تمہاری آنکھوں کے سامنے، اگر ایسا ہو تو ہمارے اور تمہارے درمیان فرق ہی کیا رہا۔ آئندہ کبھی ایسی حرکت نہیں کرنا۔ (شواہد النبوۃ صفحہ 322)

اور حضرت علامہ نبہانی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں: ابو بصیر سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مسجد نبوی شریف میں موجود تھا کہ منصور اور داؤد بن سلیمان مسجد شریف میں آئے۔ ابھی تک عباسی خاندان کو حکومت نہیں ملی تھی۔ (جس کے خلیفہ بعد میں منصور بننے والے تھے) داؤد حضرت امام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امام نے فرمایا منصور کو شرف حضور سے کون سی چیز مانع ہوئی؟ داؤد نے جواب دیا: وہ سخت مزاج ہے۔ امام نے فرمایا: لازماً یہ شخص ایک دن تخت خلافت پر متمکن ہو جائے گا، لوگوں کی گردنوں کو روند ڈالے گا اور مشرق و مغرب پر چھا جائے گا۔ اس کی لمبی حکومت ہو گی اور اتنا مال اکٹھا کرے گا کہ اس کی مثال نہ ہو گی۔ داود نے منصور کو حضرت کی یہ پیشن گوئی جا کر بتادی۔ اب وہ شرف حضوری سے مشرف ہو کر معذرت کرنے لگا کہ محض آپ کے دبدبہ اور شکوہ کی وجہ سے پہلے حاضر نہیں ہو سکا۔ پھر داؤد نے جو کچھ بتایا تھا: اس کے متعلق حضرت امام سے پوچھا! آپ نے فرمایا یہ تو ہو کر رہے گا۔ منصور نے پوچھا: کیا ہماری حکومت آپ سادات کی حکومت سے پہلے ہو گی؟ آپ نے فرمایا: جی ہاں! ایسا ہی ہو گا۔ اس نے پوچھا: کیا میرے بعد میرا کوئی لڑکا بھی حکمران ہو گا؟ فرمایا: جی ہاں! پوچھنے لگا کہ اُموی خاندان کی حکومت کا زمانہ زیادہ ہو گا یا ہماری حکومت کا؟ فرمایا تمہاری حکومت کا زمانہ زیادہ ہے۔

اس ملک کے ساتھ تمہارے نو عمر لڑکے اس طرح کھیلیں گے جیسے بچے گیند سے کھیلتے ہیں۔ میرے والد گرامی (حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالی عنہ) نے مجھ سے اسی طرح ارشاد فرمایا تھا۔ (جامع کرامات صفحہ 467)

بہت پہلے اس بات کی خبر دینا کہ ہشام کا گھر کھود کر گرا دیا جائے گا، یہ بتانا کہ میری عمر صرف پانچ سال رہ گئی ہے، مکہ شریف سے آنے والے کو گھر کے اندر سے جان لینا، پھر اس کے بارے میں زیادہ سردی لگنے کی خبر دینا اور لونڈی کے ساتھ غلط حرکت پر مکان کے اندر سے آگاہ ہو جانا، سب غیب کی باتیں ہیں۔

معلوم ہوا کہ حضرت امام باقر رضی اللہ تعالی عنہ کا یہ عقیدہ تھا کہ مجھے غیب کا علم ہے، جیسا کہ انہوں نے خود فرمایا کہ یہ خیال نہ کرنا کہ در و دیوار ہماری آنکھوں کے سامنے حجاب ہوتے ہیں اور خلیفہ منصور کے واقعہ سے ظاہر ہوا کہ حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالی عنہ کے بارے میں ان کا عقیدہ تھا کہ وہ بھی غیب جانتے تھے۔

(2) حضرت امام جعفر صادق کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالی عنہ، متوفی 148 ہجری)

آپ حضرت امام باقر رضی اللہ تعالی عنہ کے صاحبزادے ہیں۔ ان کے حالات میں حضرت علامہ جامی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔

جناب ابو بصیر کا بیان ہے کہ میں مدینہ منورہ گیا، میرے ساتھ ایک لونڈی بھی تھی، میں نے اس سے ہمبستری کی، اس کے بعد حمام میں جانے کے لئے باہر آیا، میں نے دیکھا کہ بہت سے لوگ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالی عنہ کی زیارت کے لئے ان کے مکان پر جا رہے ہیں، میں بھی ان کے ساتھ ہو لیا، جب ہم حضرت امام کے دولت خانہ پر حاضر ہوئے تو آپ کی نظر مجھ پر پڑی۔ آپ نے فرمایا: اے ابو بصیر! تمہیں شاید معلوم نہیں کہ پیغمبر اور ان کی آل و اولاد کی قیام گاہوں پر جنابت کی حالت میں نہیں آنا چاہیے۔ میں نے کہا: اے ابن رسول اللہ! میں نے لوگوں کو آپ کی طرف آتے دیکھا تو مجھے اندیشہ ہوا کہ شاید آپ کی زیارت کی دولت پھر نصیب نہ ہو، اس لئے میں آ گیا۔ پھر میں نے توبہ کی اور کہا آئندہ ایسا نہ کروں گا۔ اس کے بعد باہر آ گیا۔ (شواہد النبوۃ صفحہ 332)

ایک اور صاحب کا بیان ہے کہ میرا ایک دوست تھا جس کو خلیفہ منصور نے قید کر دیا تھا، میری ملاقات حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالی عنہ سے حج کے موسم میں میدانِ عرفات میں ہوئی، آپ نے میرے اسی دوست کے متعلق مجھ سے پوچھا، میں نے کہا حضور! وہ ویسے ہی قید میں ہے، آپ نے دعا کی، پھر ایک گھنٹہ بعد فرمایا: خدا کی قسم! تمہارے دوست کو بری کر دیا گیا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ جب میں حج سے فارغ ہو کر واپس آیا تو اپنے اس دوست سے پوچھا کہ تمہاری رہائی کس دن ہوئی؟ اس نے بتایا کہ عرفہ کے دن، عصر کی نماز کے بعد مجھے چھوڑ دیا گیا تھا۔ (شواہد النبوۃ صفحہ 332)

اور ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے مکہ معظمہ میں ایک چادر خریدی اور پکا ارادہ کیا کہ وہ کسی کو نہ دوں گا تا کہ موت کے بعد میرے کفن کا کام دے۔ میں عرفات سے مزدلفہ واپس آیا، تو چادر گم ہو گئی، مجھے بہت دکھ ہوا، جب میں علی الصبح مزدلفہ سے منیٰ واپس آیا تو مسجد خیف میں بیٹھ گیا، اچانک ایک شخص حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس سے آکر کہنے لگا کہ تجھے حضرت بلا رہے ہیں۔ میں فوراً آپ کے پاس گیا اور سلام کر کے آپ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: کیا تم چاہتے ہو کہ تمہاری چادر تمہیں مل جائے؟ میں نے عرض کیا: ہاں حضور! آپ نے اپنے غلام کو آواز دی، جو ایک چادر لے کر آ گیا، میں نے پہچان لیا، وہی چادر تھی۔ آپ نے فرمایا: اسے لے لو، اور اللہ تعالی کا شکر ادا کرو۔ (شواہد النبوۃ صفحہ 333)

ابو بصیر کی حالتِ جنابت کو جان لینا، عرفہ کے دن قیدی کے چھوڑ دیئے جانے کو اسی روز میدانِ عرفات میں آگاہ ہو جانا، چادر کس کی ہے؟ کس کام کے لئے ہے؟ اور چادر والا کہاں بیٹھا ہے؟ یہ سب غیب کی باتیں ہیں، جن سے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالی عنہ نے لوگوں کو آگاہ فرما کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ اللہ تعالی نے مجھے غیب کا علم عطا فرمایا ہے۔

(3) حاضر و ناظر

حاضر کے لغوی معنی ہیں موجود، جاننے والا اور شہر کا رہنے والا، ناظر کے معنی ہیں دیکھنے والا، غور و فکر کرنے والا اور کھیتی کی حفاظت کرنے والا۔ اور علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ "اَلْحُضُوْرُ بِمَعْنَی الْعِلْمِ شَائِعٌ وَالنَّظْرُ بِمَعْنَی الرُّؤْيَة" اھ ملخصا۔ یعنی حاضر ہونا جاننے کے معنی میں مشہور ہے اور ناظر ہونا دیکھنے کے معنی میں ہے۔

(رد المختار جلد سوم صفحہ 307)

اور عرف شرع میں حاضر و ناظر کے معنی ہیں ساری دنیا کو دیکھنا اور دور و نزدیک کی آوازوں کو سننا یا تھوڑے سے وقت میں دنیا بھر کی سیر کر لینا اور آنِ واحد میں روحانی یا جسم مثالی کے ساتھ سینکڑوں کلومیٹر کی دوری پر مدد کے لئے پہنچ جانا۔

اللہ کے محبوب بندوں کا حاضر وناظر ہونا حق ہے۔ حضور سید عالم ﷺ اور بڑے بڑے علمائے کرام وبزرگانِ دین کا یہی عقیدہ ہے۔ ثبوت ملاحظہ ہو۔

(1)انبیاء کرام علیہم السلام کے عقیدے

(1)حضور سید عالم کا عقیدہ

(ﷺ، وصال مبارک 11 ہجری مطابق 632 عیسوی)

حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا۔ "نَعَی النَّبِیُّ ﷺ زَیْدًا وَّ جَعْفَرًا وَّ ابْنَ رَوَاحَةَ لِلنَّاسِ قَبْلَ أَنْ یَّأْتِیَھُمْ خَبَرُھُمْ فَقَالَ اَخَذَ الرَّایَةَ زَیْدٌ فَأُصِیْبَ ثُمَّ أَخَذَ جَعْفَرٌ فَأُصِیْبَ ثُمَّ أَخَذَ ابْنُ رَوَاحَةَ فَأُصِیْبَ وَعَیْنَاهُ تَذْرِفَانِ حَتّٰی أَخَذَ الرَّایَةَ سَیْفٌ مِّنْ سُیُوْفِ اللّٰہِ یَعْنِیْ خَالِدَ بْنَ الْوَلِیْدِ حَتّٰی فَتَحَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ"۔ ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے حضرت زید، حضرت جعفر اور حضرت ابن رواحہ رضی اللہ تعالی عنہم کی شہادت کی خبر آنے سے پہلے ان لوگوں کے شہید ہو جانے کی اطلاع دیتے ہوئے فرمایا کہ زید نے جھنڈا ہاتھ میں لیا اور شہید کئے گئے، پھر جعفر نے جھنڈے کو سنبھالا اور وہ بھی شہید ہوئے، پھر ابن رواحہ نے جھنڈے کو لیا اور وہ بھی شہید کئے گئے۔ آپ یہ واقعہ بیان فرمارہے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے، پھر آپ نے فرمایا: اب جھنڈے کو اس شخص نے لیا جو خدا تعالی کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے یعنی خالد بن ولید نے، یہاں تک کہ اللہ تعالی نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ (بخاری شریف جلد 2 صفحہ 611)

اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "إِنَّ اللّٰہَ قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَأَنَا أَنْظُرُ إِلَیْھَا وَإِلٰی مَا ھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا إِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ کَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ"۔ ترجمہ: اللہ تعالی نے میرے لئے دنیا کے پردے اٹھا دیئے ہیں، تو میں دنیا کو اور جو کچھ بھی اس میں قیامت تک ہونے والا ہے، سب کو ایسے دیکھتا ہوں جیسے کہ اپنی اس تھیلی کو۔ (زرقانی علی المواہب جلد 7 صفحہ 204)

ان احادیث کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم ﷺ کا اپنے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ میں حاضر وناظر ہوں۔ اسی لئے مدینہ منورہ ہی سے جنگ موتہ، جو ملک شام میں ہو رہی ہے، کے سارے واقعات کو جانتا ہوں اور دیکھتا بھی ہوں، بلکہ دنیا میں جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے اُس کو میں اس طرح جانتا اور دیکھتا ہوں، جیسے اپنی ہتھیلی کو اگر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا اپنے بارے میں حاضر وناظر ہونے کا عقیدہ نہ ہوتا، تو آپ ایسا نہ فرماتے۔

(2)محدثین کا عقیدہ

رضی اللہ تعالی عنہم

جو حدیثیں حضور سید عالم ﷺ کے عقیدہ میں بخاری شریف اور زرقانی شریف کی لکھی گئی ہیں، ان حدیثوں سے حضور کا عقیدہ معلوم ہونے کے ساتھ حضرت امام بخاری اور حضرت علامہ زرقانی رضی اللہ تعالی عنہما کا بھی عقیدہ ثابت ہوا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام حاضر وناظر ہیں، ورنہ ان حدیثوں کو یہ حضرات اپنی کتابوں میں ہرگز نہ لکھتے۔

اور دیگر محدثین کے عقیدے ملاحظہ ہوں۔

(1،2)حضرت امام ترمذی اور صاحب مشکوۃ کا عقیدہ

رضی اللہ تعالی عنہما

حضرت سلمی رضی اللہ تعالی عنہا جو حضور اقدس سید عالم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو رافع رضی اللہ تعالی عنہ کی بیوی ہیں، انہوں نے فرمایا۔ "دَخَلْتُ عَلٰی أُمِّ سَلْمَةَ وَھِیَ تَبْکِیْ فَقُلْتُ مَا یُبْکِیْکِ؟ قَالَتْ: رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فِی الْمَنَامِ وَعَلٰی رَاْسِہٖ وَلِحْیَتِہٖ التُّرَابُ، فَقُلْتُ مَالَکَ؟ یا رَسُوْلَ اللّٰہِ! قَالَ شَھِدْتُّ قَتْلَ الْحُسَیْنِ اٰنِفًا"۔ رواہ الترمذی ترجمہ: میں ام المؤمنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئی تو دیکھا وہ رو رہی ہیں۔ میں نے عرض کیا، آپ روتی کیوں ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ ان کے سر مبارک اور ریش اقدس (داڑھی مبارک) پر گرد وغبار ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کا یہ کیا حال ہے؟ فرمایا: میں ابھی حسین کی شہادت گاہ پر حاضر ہوا تھا۔ (ترمذی، مشکوۃ صفحہ 570)

(4)تعظیم

تعظیم کے معنی ہیں قول یا فعل سے کسی کی بڑائی ظاہر کرنا، تو سرکار اقدس ﷺ اور دیگر انبیائے کرام ومشائخ عظام وغیرہ کی تعظیم جائز ہے یا نہیں؟ اس کے بارے میں بزرگوں کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔

(1)انبیاء کرام علیہم السلام کے عقیدے
(1)حضور سید عالم کا عقیدہ

ﷺ،وصال 11ھ بمطابق 632ء

(1)حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا"لَیسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ یَرْحَمْ صَغِیْرَنَا وَلَمْ یُوَقِّرْ کَبِیْرَنَا "جو ہمارے چھوٹوں پر مہربانی نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی تعظیم و توقیر نہ کرے وہ ہمارے راستہ پر نہیں۔ (ترمذی9،مشکوۃ ص423)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم ﷺ کے نزدیک اپنے بڑے کی تعظیم کرنا شرک نہیں، بلکہ ایسا نہ کرنے والا حضور کے راستے پر ہی نہیں۔

(2)حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جب کہ وہ مسلمان نہ ہوئے تھے، حدیبیہ کے مقام پر حضور ﷺ سے صلح کی گفتگو کرنے کے لئے آئے، اس موقع پر صحابہ کو حضور کی تعظیم کرتے ہوئے جو انہوں نے دیکھا تھا، واپسی کے بعد مکہ شریف کے کافروں سے ان لفظوں میں انہوں نے بیان کیا:"وَاللّٰہِ! لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَی الْمُلُوْکِ، وَوَفَدْتُ عَلٰی قَیْصَرَ، وَکِسْرٰی، وَالنَّجَاشِیِّ، وَاللّٰہِ! إِنْ رَأَیْتُ مَلِکًا قَطُّ یُعَظِّمُهُ أَصْحَابُهُ مَا یُعَظِّمُ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ ﷺ وَاللّٰہِ! إِنْ تَنَخَّمَ نُخَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِیْ کَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ، فَدَلَکَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ، وَإِذَا أَمَرَهُمْ ابْتَدَرُوْا أَمْرَهُ، وَإِذَا تَوَضَّأَ کَادُوْا یَقْتَتِلُوْنَ عَلٰی وَضُوْئِهِ، وَإِذَا تَکَلَّمَ خَفَضُوْا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ، وَمَا یُحِدُّوْنَ إِلَیْهِ النَّظَرَ تَعْظِیْمًا لَهُ۔"ترجمہ: قسم خدا کی! میں بادشاہوں کے درباروں میں وفد لے کر گیا ہوں، میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں حاضر ہوا ہوں، لیکن خدا کی قسم! میں نے کوئی بادشاہ ایسا نہیں دیکھا کہ اس کے ساتھی اس طرح تعظیم کرتے ہو، جیسے محمد ﷺ کے ساتھی ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ خدا کی قسم! جب وہ تھوکتے ہیں تو ان کا تھوک کسی نہ کسی آدمی کی ہتھیلی پر ہی گرتا ہے، جسے وہ اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا ہے اور جب وہ کوئی حکم دیتے ہیں، تو فوراً ان کے حکم کی تعمیل ہوتی ہے اور جب وہ وضو فرماتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لوگ وضو کا مستعمل پانی حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ لڑنے مرنے پر آمادہ ہو جائیں گے اور جب ان کی بارگاہ میں بات کرتے ہیں تو اپنی آوازوں کو پست رکھتے ہیں اور تعظیما ان کی طرف آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے۔ (صحیح بخاری، حدیث:2731، باب: بَابُ الشُّرُوطِ فِي الجِهَادِ وَالمُصَالَحَةِ مَعَ أَهْلِ الحَرْبِ وَكِتَابَةِ الشُّرُوطِ جلد:3، ص:193)

(3)حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا:"أَتَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ وَهُوَ فِیْ قُبَّةٍ حَمْرَاءَ مِنْ أَدَمٍ، وَرَأَیْتُ بِلَالًا أَخَذَ وَضُوْءَ النَّبِیِّ ﷺ، وَالنَّاسُ یَبْتَدِرُوْنَ الْوَضُوْءَ، فَمَنْ أَصَابَ مِنْهُ شَیْئًا تَمَسَّحَ بِهِ، وَمَنْ لَمْ یُصِبْ مِنْهُ شَیْئًا أَخَذَ مِنْ بَلَلِ یَدِ صَاحِبِهِ" میں نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ چمڑے کے سرخ قبے میں تشریف فرما تھے، اور میں نے حضرت بلال کو دیکھا کہ انہوں نے حضور کے وضو کا مستعمل پانی (ایک لگن) میں لیا اور لوگ اس پانی کی طرف دوڑ رہے ہیں تو جس کو اس میں سے کچھ حاصل ہو گیا، اس نے (اپنے چہرے وغیرہ پر) اس کو مل لیا اور جو نہیں پایا، تو اس نے اپنے ساتھی کے ہاتھ سے تری لے لی۔

(بخاری: حدیث:5859، باب: بَابُ القُبَّةِ الحَمْرَاءِ مِنْ أَدَمٍ، ج:7، ص:154)

ان احادیث کریمہ سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین، حضور سید عالم ﷺ کی تعظیم کرتے تھے، مگر آپ انہیں منع نہیں فرماتے تھے، جس سے واضح طور پر حضور کا یہ عقیدہ ثابت ہوا کہ مسلمان ان کی تعظیم کریں، تو یہ شرک نہیں، اگر یہ بات شرک ہوتی تو حضور ﷺ صحابہ کو اس سے ضرور منع فرماتے۔

(4)حضرت سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔"إِنَّ رَجُلًا أَمَّ قَوْمًا فَبَصَقَ فِی الْقِبْلَةِ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَنْظُرُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لِقَوْمِهِ حِیْنَ فَرَغَ لَا یُصَلِّیْ لَکُمْ فَأَرَادَ بَعْدَ ذٰلِکَ أَنْ یُصَلِّیَ لَهُمْ فَمَنَعُوْهُ فَأَخْبَرُوْهُ بِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَذَکَرَ ذٰلِکَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَقَالَ نَعَمْ، وَحَسِبْتُ أَنَّهُ قَالَ إِنَّکَ قَدْ أَذَیْتَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَهُ" ترجمہ: ایک شخص اپنی قوم کو نماز پڑھا رہا تھا تو اس نے قبلہ کی طرف تھوک دیا اور رسول اللہ ﷺ دیکھ رہے تھے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہو گیا تو حضور ﷺ نے اس کی قوم سے فرمایا کہ آئندہ یہ شخص تم لوگوں کو نماز نہ پڑھائے۔ حضور ﷺ کی ممانعت کے بعد اس شخص نے نماز پڑھانا چاہی تو لوگوں نے روک دیا اور رسول اللہ ﷺ کے حکم سے اس کو آگاہ کیا۔ شخص مذکور نے یہ بات حضور ﷺ سے دریافت کی تو آپ نے فرمایا: کہ ہاں، میں نے منع کیا ہے۔ راوی حدیث حضرت سائب رضی اللہ تعالی عنہ کہتے ہیں میرے خیال میں حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ تو نے اللہ تعالی و رسول کو اذیت دی۔ (ابو داؤد۔ مشکوۃ صفحہ 71)

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالی علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ کعبہ شریف کی جانب اس کی تعظیم کے لئے تھوکنے سے منع کیا گیا ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد اول صفحہ 455)

تو امام پر چونکہ جانب کعبہ شریف کی تعظیم لازم تھی، مگر اس نے نہیں کی، اس لئے رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھانے سے اس شخص کو منع فرما دیا، حالانکہ یہ واقعہ مدینہ طیبہ کا ہے، جہاں سے وہ کعبہ شریف کو دیکھ نہیں رہا تھا۔ معلوم ہوا کہ حضور سید عالم ﷺ کا یہ عقیدہ ہے کہ تعظیم کے لئے معظم یعنی جس کی تعظیم کرنی ہے اس کا سامنے ہونا اور دیکھنا ضروری نہیں بلکہ وہ نگاہوں سے اوجھل ہو تب بھی اس کی تعظیم کی جائے گی۔

(2)محدثین کے عقیدے

(1)حضرت امام بخاری کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان، متوفی256ہجری)

حضرت محمد بن یوسف قربری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت امام بخاری علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا۔"مَا وَضَعْتُ فِیْ کِتَابِ الصَّحِیْحِ حَدِیْثًا اِلَّا اَغْتَسَلْتُ قَبْلَ ذٰلِکَ وَ صَلَّیْتُ رَکْعَتَیْنِ"ترجمہ: بخاری شریف میں ہر حدیث لکھنے سے پہلے میں نے غسل کیا اور دو رکعت نماز پڑھی۔ (مقدمہ فتح الباری شرح بخاری صفحہ 5)

حدیث شریف کی تعظیم حقیقت میں رسول اللہ ﷺ کی تعظیم ہے۔ تو حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حدیث رسول ﷺ کی اس طرح تعظیم فرما کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ حضور سید عالم ﷺ کی تعظیم حق ہے۔

اور بعض صحابہ حدیث شریف لکھتے تھے (دیکھئے بخاری شریف جلد اول صفحہ 22 سطر 8) مگر وہ ہر حدیث شریف لکھنے سے پہلے نہ غسل کرتے تھے اور نہ دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ حضرت امام بخاری نے ہر حدیث کے پہلے غسل و نماز سے اپنا یہ عقیدہ بھی ثابت کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کا ہر طریقہ صحابہ سے ثابت ہونا ضروری نہیں بلکہ ہر وہ طریقہ کہ جن سے حضور سید عالم ﷺ کی بڑائی ظاہر ہو، ان تمام طریقوں سے حضور ﷺ کی تعظیم جائز و مستحسن ہے۔

اور نبی کریم علیہ افضل الصلوۃ والتسلیم نے اس طرح حدیث کی تعظیم سے اپنی تعظیم کا حکم نہیں فرمایا لیکن امام بخاری نے حدیث کی تعظیم سے حضور ﷺ کی تعظیم فرما کر اپنا یہ عقیدہ بھی ثابت کر دیا کہ ہر طرح کی تعظیم کے لئے قرآن و حدیث کا بالتصریح حکم دینا ضروری نہیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ عام "وَتُعَزِّرُوْہُ وَتُوَقِّرُوْہُ"یعنی رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و توقیر کرو (پارہ26رکوع9) تعظیم کی تمام قسموں کو شامل ہے۔

(2)حضرت امام مالک کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان، متوفی179ہجری)

(1)حضرت ابو مصعب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔"کَانَ مَالِکُ بْنُ اَنَسٍ لَا یُحَدِّثُ بِحَدِیْثِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اِلَّا وَ ھُوَ عَلٰی وَضُوْءٍ"۔ ترجمہ: حضرت مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کی حدیث شریف کی تعظیم و تکریم کی خاطر بغیر وضو کے بیان نہیں فرماتے تھے۔ (شفا شریف جلد2صفحہ35)

(2)حضرت مطرف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جب لوگ کچھ پوچھنے کے لئے آئے تو خادمہ آپ کے دولت خانہ سے نکل کر دریافت کیا کرتی کہ حدیث شریف پوچھنے کے لئے آئے ہو یا فقہی مسئلہ؟ اگر وہ کہتے کہ مسئلہ دریافت کرنے کے لئے آئے ہیں تو امام موصوف فوراً باہر تشریف لے آتے اور اگر وہ کہتے کہ حدیث شریف کے لئے آئے ہیں تو حضرت امام مالک غسل فرما کر خوشبو لگاتے، پھر لباس بدل کر نکلتے۔ آپ کے لئے تخت بچھایا جاتا جس پر آپ وقار کے ساتھ بیٹھ کر حدیث شریف بیان فرماتے۔ اور شروع مجلس سے آخر تک خوشبو سلگائی جاتی اور وہ تخت صرف حدیث شریف روایت کرنے کے لئے مخصوص کیا گیا تھا۔ جب امام موصوف سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا:"اُحِبُّ اَنْ اُعَظِّمَ حَدِیْثَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ"یعنی میں چاہتا ہوں کہ اس طرح رسول اللہ ﷺ کی حدیث شریف کی تعظیم کروں۔

(شفا شریف، ج:2،ص:36)

(3)حضرت عبد اللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر تھا، آپ حدیثیں بیان فرما رہے تھے کہ اسی اثناء میں ایک بچھو نے آپ کو سولہ(16)مرتبہ ڈنک مارا جس سے ان کا رنگ بدل کر پیلا ہو رہا تھا مگر انہوں حضور ﷺ کی حدیث شریف کو بیان کرنا بند نہ کیا۔ جب آپ روایت حدیث سے فارغ ہوگئے اور لوگ چلے گئے تو میں نے عرض کیا کہ آج آپ کے اندر ایک عجیب بات دیکھی ہے، حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا:"اِنَّمَا صَبَرْتُ اِجْلَالًا لِحَدِیْثِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ"میں رسول خدا ﷺ کی حدیث شریف کی تعظیم میں صبر کیا۔ (شفاء شریف، ج:2،ص36)

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حدیث کی تعظیم سے حضور سید عالم ﷺ کی تعظیم فرما کر اپنا یہ عقیدہ واضح کر دیا کہ نبی کریم افضل الصلوات والتسلیم کی تعظیم حق ہے۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین چلتے پھرتے اور اٹھتے بیٹھتے ہر حال میں ایک دوسرے سے حدیثیں بیان کیا کرتے تھے اس کے لئے غسل کرنے، عطر لگانے، خوشبو سلگانے اور تخت بچھانے کا اہتمام نہیں کرتے تھے، مگر حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث شریف بیان کرنے کے لئے ان باتوں کا اہتمام فرما کر اپنا یہ عقیدہ بھی ثابت کر دیا کہ ہر قسم کی تعظیم کا صحابہ سے ثابت ہونا ضروری نہیں، بلکہ مسلمانوں کا جذبہ دل جس طرح بھی رہبری کرے ہر طریقے سے سرکار اقدس ﷺ کی بڑائی ظاہر کرنا جائز ہے۔

(3)ائمہ کرام کے عقیدے

(1)صاحب ہدایہ علامہ مرغینانی کا عقیدہ

علیہ الرحمۃ والرضوان، متوفی 593ھ

صاحب ہدایہ علامہ مرغینانی کا عقیدہ آپ کا نام نامی علی کنیت ابوالحسن اور لقب برہان الدین ہے والد گرامی کا نام ابو بکر ہے مرغینان کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں جو فرغانہ کے شہروں میں سے ماوراء النہر میں ایک شہر ہے آپ کا سلسلہ نسب حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے 8رجب المرجب 511ھ پیر کے دن عصر کے بعد پیدا ہوئے اور 544ھ میں حج بیت اللہ وزیارت روضہ منورہ سرکار اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوئے۔

آپ نے مفتی ثقلین نجم الدین ابو حفص عمر نسفی ابوالفتح محمد بن عبد الرحمن مروزی شیخ الاسلام ضیاء الدین ابو محمد صاعد مرغینانی ابو شجاع ضیاء الاسلام عمر بن محمد بلخی بسطامی اور ابو عمرو عثمان بیکندری تلمیذ شمس الائمہ سرخسی وغیرہ اساطین امت سے علم حاصل کیا جو اپنے زمانے کے ہر فن میں مرجع خلائق تھے۔

ان مقدس ہستیوں کے فیضان صحبت نے آپ کو کشور وعلم وفضل کا تاجدار بنا دیا جس کی مکمل تصویر صاحب جواہر مضیہ نے اس طرح کھینچی ہے کہ صاحب ہدایہ امام وقت فقیہ بے بدل حافظ دورہ مفسر قرآن و محدث زمانہ جامع علوم وضابط فنون کے پختہ علم والے محقق وسیع النظر باریک بیں عابد وزاہد پرہیز گار فائق القرآن فاضل الاعوان ماہر فنون اصولی بے مثل ادیب اور بے نظیر شاعر تھے علم وادب میں آپ کا ثانی نہیں دیکھا نہیں گیا۔

آپ کے ہم عصر علماء فقیہ النفس امام فخر الدین قاضی خان محمد بن احمد صاحب محیط وذخیرہ شیخ زین الدین ابو نصر احمد بن محمد عتابی اور محمد بن احمد بخاری مؤلف الفتاوی الظہیریہ وغیرہ نے آپ کے فضل وکمال کا اقرار کیا ہے بلکہ قاضی خاں اور زین الدین عتابی سے منقول ہے کہ صاحب ہدایہ فقہ میں اپنے ہم عصروں پر فوقیت رکھتے تھے بلکہ اپنے اساتذہ سے بھی سبقت لے گئے تھے۔

بہت سے اکابر علامہ نے آپ سے فقہ حاصل کیا جن میں سے آپ کے دو صاحبزادے شیخ الاسلام جلال الدین محمد نظام الدین عمر اور ابن شیخ الاسلام عماد الدین شمس الائمہ کردری برہان الاسلام زرنوجی اور قاضی القضاۃ محمد بن علی سمرقندی جیسے آفتاب وماہتاب خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

آپ کی جملہ تصنیفات بدایۃ المبتدی، کفایۃ المنتہی، المنتقیٰ، التجنیس والمزید، مناسک الحج، نشر المذاہب، مختار النوازل اور فرائض العثمانی وغیرہ نہایت گراں قدر اور مفید ہے خاص کر ہدایہ تو آپ کا وہ بلند پایا علمی شاہ کار ہے جس کی دنیا علم وفن میں کوئی نظیر نہیں اس مایہ ناز کتاب کے متعلق کسی نے مندرجہ ذیل کیا کہا جس میں مبالغہ نہیں ہے۔"اِنَّ الْھِدَایَۃَ کَالْقُراٰنِ نَسَخَتْ::مَاصَنَّفُوْا قَبْلَھَا فِی الشَّرْعِ مِنْ کُتُبٍ::فَاحْفَظْ قِرَائَتَھَا وَ الْزَمْ تِلَاوَتَھَا::یَسْلَمْ مَقَالُکَ مِنْ زَیْغٍ وَّ مِنْ کِذْبٍ"یعنی قرآن کریم نے گزشتہ شریعتوں کی کتابوں کو منسوخ کر دیا تو ہدایہ اس معاملہ میں گویا قرآن کے مثل ہے کہ اس نے فقہ میں لکھی گئی ماقبل کی ساری کتابوں کو منسوخ کر دیا لہذا اس کو پڑھتے رہو اور اس کی خواندگی لازم پکڑو اگر تم ایسا کروگے تو تمہاری گفتگو کجی اور غلطی سے پاک رہے گی۔

ہدایہ کی تصنیف کی وجہ یہ ہوئی کہ آپ نے چاہا فقہ میں ایک مختصر کتاب لکھی جائے جس میں ہر طرح کے مسائل ہوں تو قدوری وجامع صغیر سے انتخاب فرما کر بدایہ المبتدی لکھا اور اس میں وعدہ فرمایا کہ بشرط فرصت اسکی شرح کفایہ المنتہی تصنیف کروں گا تو وعدہ کے مطابق اس کی دس جلدی تحریر فرمائیں پھر اندیشہ ہوا کہ شاید اتنی بڑی شرح سے لوگ پورا فائدہ نہ اٹھا سکیں تو اس کا اختصار بنام ہدایت تحریر فرمایا جو ایسی مقبول ہوئی کہ اب تک اس کے 36 شروح وحواشی لکھے گئے اور بعض لوگوں نے اسے مکمل زبانی یاد کیا۔

ماہ ذوالقعدہ 573 ہجری بروز چہار شنبہ کے دن آپ نے ہدایت شروع کیں اور نہایت عرق وریزی کے ساتھ مسلسل تیرہ سال تک اس طرح مصروف رہے کہ ایام منہیہ کے علاوہ ہمیشہ روزہ رکھتے اور کسی کو اپنے روزے سے مطلع نہ کرتے جب خادم کھانا لاتا تو آپ اس سے فرماتے کہ رکھ کر چلے جاؤ جب وہ چلا جاتا تو آپ کسی طالب علم کو بلا کر کھلا دیتے۔

14 ذوالحجہ 593 ہجری میں آپ کا وصال ہوا سمرقند میں آپ کا مزار اقدس زیارت گاہ خلائق ہے۔(ماخوذ حدائق الحنفیہ واحوال المصنفین)

رہتا ہے نام علم سے زندہ ہمیشہ داغ — اولاد سے تو بس یہی دو پشت چار پشت

آپ مردہ نہلانے کے تخت کو دھونی دینے کی علت بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔:"لِمَا فِیْہِ مِنْ تَعْظِیْمِ الْمَیِّتِ"ترجمہ:۔دھونی دینے میں میت کی تعظیم ہے (ہدایہ جلد1 صفحہ 158)معلوم ہوا کہ صاحب ہدایہ کے نزدیک نہلانے کے تخت کو دھونی دے کر میت کی تعظیم جائز ہے اور یہ معاملہ تو مسلمان میت کے ساتھ ہے مسلمان کی تعظیم کا جائز ہونا اور پھر سب سے بڑھ کر مسلمانوں کے آقا ومولا اللہ کے محبوب جناب احمد مجتبی محمد مصطفی ﷺ کی تعظیم تو بدرجہ اولی جائز ہے۔

(2)حضرت ملا علی قاری کا عقیدہ

علیہ الرحمۃ والرضوان، متوفی 1014ھ

(1)حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم علیہ افضل الصلوات والتسلیم نے ارشاد فرمایا:"اِذَا اَتَیْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوْا الْقِبْلَةَ وَ لَا تَسْتَدْبِرُوْهَا"

ترجمہ: جب تم پاخانہ (سنڈاس) جاؤ تو قبلہ کی طرف منہ کرو، نہ پیٹھ۔ (مشکوۃ شریف، ص42)

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالی اس حدیث شریف کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:"اَیْ جِهَةِ الْكَعْبَةِ تَعْظِیْمًا لَّهَا"۔یعنی کعبہ شریف کی جانب منہ اور پیٹھ نہ کرنے کا حکم اس کی تعظیم کے لئے ہے۔

(2)حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا:"اِذَا قَامَ اَحَدُكُمْ اِلَى الصَّلَاةِ فَلَا یَبْصُقْ اَمَامَهٗ"ترجمہ: جب تم میں سے کوئی نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو تو اپنے سامنے نہ تھوکے۔ (مشکوۃ صفحہ 69)

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالی علیہ، حضور ﷺ کے اس حکم کی علت بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔ کہ "تَخْصِیْصُ الْقِبْلَةِ لِتَعْظِیْمِهَا" قبلہ کی جانب تھوکنے سے، اس کی تعظیم کے لئے منع کیا گیا ہے۔ (مرقاۃ ج1، ص455)

معلوم ہوا کہ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے نزدیک تعظیم کے لیے معظم یعنی جس کی تعظیم کرنی ہے، اس کا سامنے ہونا اور دیکھنا ضروری نہیں، اسی لئے پاخانہ کرنے والے اور نماز پڑھنے والے سے سے کعبہ شریف چاہے ہزاروں کلومیٹر دور نگاہوں سے اوجھل ہو، پھر بھی اس کو کعبہ شریف کی تعظیم کرنا ضروری ہے۔

(3)حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالی عنہ سے حدیث شریف مروی ہے کہ "كَانَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ ﷺ یَقْرَعُوْنَ بَابَهٗ بِالْاَظَافِرِ "یعنی رسول اللہ ﷺ کے صحابہ ان کے دروازہ مبارک پر ناخنوں سے دستک دیتے تھے۔ (شفا شریف، ج:2، ص32)

حضرت ملا علی قاری اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں "اَیْ ضَرْبًا خَفِیْفًا وَ دَقًّا لَطِیْفًا تَعْظِیْمًا وَ تَكْرِیْمًا وَ تَشْرِیْفًا "یعنی حضور ﷺ کی تعظیم و تکریم اور ان کی توقیر کے لئے ضرب خفیف سے بہت ہلکی دستک دیتے تھے۔(شرح شفا مع نسیم الریاض، جلد 3 صفحہ 395)

معلوم ہوا کہ حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے نزدیک ناخنوں سے ہلکی دستک دینا، بھی صاحب خانہ کی تعظیم ہے۔

(4)اولیائے کرام کے عقیدے

(1)حضرت امام تقی الدین سبکی کا عقیدہ

رضی اللہ عنہ، متوفی 756ھ

آپ دین کے امام و پیشوا اور بہت بڑے مجتہد ہیں اور تقریبا ایک سو پچاس (150) کتابوں کے مصنف ہیں، ان کا واقعہ حضرت علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ تعالی علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت کی خدمت میں علماء کا مجمع تھا تو ایک نعت خواں نے نعت شریف کے دو شعر پڑھے :"فَعِنْدَ ذٰلِكَ قَامَ الْاِمَامُ السُّبْكِیُّ وَ جَمِیْعُ مَنْ بِالْمَجْلِسِ فَحَصَلَ اُنْسٌ عَظِیْمٌ بِذٰلِكَ الْمَجْلِسِ وَ یَكْفِیْ ذٰلِكَ فِی الْاِقْتِدَاءِ"۔ تو فورا امام سبکی اور تمام حاضرین مجلس کھڑے ہو گئے اور اس مجلس میں بہت لطف آیا اور پیروی کے لئے اسی قدر کافی ہے۔

(تفسیر روح البیان جلد 9 صفحہ 56)

معلوم ہوا کہ حضرت امام تقی الدین سبکی رضی اللہ تعالی عنہ کے نزدیک حضور سید عالم ﷺ کے خاص ذکر کے وقت تعظیم کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے اور حضرت اسماعیل حقی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا عقیدہ بھی اس عبارت سے واضح ہے کہ پیروی کے لئے اسی قدر کافی ہے۔

(2)قطب الاقطاب حضرت قطب الدین بختیار کاکی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان، متوفی 634 ہجری)

سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالی علیہ فرماتے تھے کہ رئیس نامی ایک شخص نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک قبہ ہے اور لوگوں کا ایک ہجوم اس قبہ کے گرد جمع ہے۔ ان میں سے ایک چھوٹے قد کا آدمی بار بار اس قبے کے اندر آتا جاتا ہے اور لوگوں کے سوالوں کے جوابات لا کر انہیں بتاتا ہے۔ رئیس نے پوچھا کہ اس قبے میں کون ہے؟ اور یہ چھوٹے سے قد کا آدمی کون ہے جو قبے کے باہر آتا جاتا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ اس قبے میں حضرت رسالت مآب ﷺ تشریف فرما ہیں، اور وہ مرد حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ ہیں جو قبے کے اندر آتے جاتے ہیں۔ رئیس کہتا ہے کہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس گیا اور میں نے ان سے کہا کہ

رسول اللہ ﷺ سے عرض کیجئے کہ میری تمنا ہے کہ میں آپ کی زیارت سے مشرف ہوں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ اندر گئے اور باہر آکر فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ابھی تجھ میں اس کی اہلیت نہیں کہ تو مجھے دیکھ سکے، لیکن جا! اور میرا اسلام بختیار کاکی کو پہنچا، اور ان سے کہہ! کہ ہر رات جو تحفہ تم مجھ کو بھیجتے ہو، وہ پہنچتا ہے لیکن تین راتیں ایسی گزریں کہ وہ تحفہ نہیں پہنچا، اس رکاوٹ کا باعث خدا کرے کہ خیر ہو، رئیس کہتا ہے کہ جب میں بیدار ہوا تو فوراً حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے ان سے عرض کیا کہ رسول اکرم ﷺ نے آپ کو سلام بھیجا ہے۔ حضرت نے جب سلام سنا تو تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے۔

(سیر الاولیاء صفحہ 116، فوائد الفواد مجلس نہم صفحہ 197)

معلوم ہوا کہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے نزدیک حضور سید عالم ﷺ کے متعلق کسی خاص خبر کے موقع پر تعظیم کے لئے کھڑا ہونا جائز ہے۔

(5) حضور ﷺ کا جسم بے سایہ

حضور سید عالم نور مجسم ﷺ کی تمام خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ آپ کے جسم اقدس کا سایہ نہیں پڑتا تھا، نہ سورج کی روشنی میں اور نہ چاند کی چاندنی میں، یہی عقیدہ صحابہ، تابعین اور تمام بزرگان دین کا ہے، جس کی تفصیل کتابوں میں مذکور ہے اس مقام پر بطور اختصار چند اہم شخصیتوں کے عقیدے ملاحظہ ہوں

(1) صحابہ کرام کے عقیدے

(1) امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی کا عقیدہ

رضی اللہ عنہ، وصال 35ھ

رئیس المفسرین حضرت علامہ امام نسفی رحمۃ اللہ تعالی علیہ (متوفی 701ھ) تحریر فرماتے ہیں: "قَالَ عُثْمَانُ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اِنَّ اللّٰہَ مَا اَوْقَعَ ظِلَّکَ عَلَی الْاَرْضِ لِئَلَّا یَضَعَ اِنْسَانٌ قَدَمَہٗ عَلٰی ذٰلِکَ الظِّلِّ "حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضور کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اللہ تعالی نے آپ کا سایہ زمین پر نہیں ڈالا تاکہ کوئی انسان اس پر اپنا قدم نہ رکھ دے۔ (تفسیر مدارک۔ ج2، ص103)

اس حدیث شریف سے حضور ﷺ کے جسم اقدس کا سیہ نہ ہونے کے بارے میں امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کا عقیدہ واضح طور پر معلوم ہوا، جس کی تائید خود حضور سے بھی ثابت ہوئی کہ آپ کے سامنے حضرت عثمان غنی نے اس بات کو پیش کیا اور آپ نے اس کا انکار نہیں فرمایا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ حضرت علامہ امام نسفی کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ حضور کے جسم اقدس کا سایہ نہیں پڑتا تھا، ورنہ اس حدیث شریف کو بلا تردید وہ اپنی تفسیر میں ہرگز نہ تحریر کرتے۔

(2) محدثین کا عقیدہ

(1) حضرت ذکوان تابعی و امام ترمذی کا عقیدہ

رضی اللہ تعالی عنہما

حضرت حکیم ترمذی نے آپ سے روایت کیا: "اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ لَمْ یَکُنْ یُرٰی لَہٗ ظِلٌّ فِیْ شَمْسٍ وَّ لَا قَمَرٍ" حضور ﷺ کے جسم کا سایہ نہ سورج کی دھوپ میں نظر آتا تھا، نہ چاند کی چاندنی میں۔ (خصائص کبری، ج:1، ص:68)

حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ نے جب اس حدیث شریف کو روایت کیا تو ثابت ہو گیا کہ ان کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ حضور کے جسم کا سایہ کسی چیز کی روشنی میں نظر نہیں آتا تھا، اور اسی بنیاد پر حکیم ترمذی کا بھی یہی عقیدہ ثابت ہوا۔

(2) امام الزماں حضرت علامہ قاضی عیاض کا عقیدہ

علیہ الرحمۃ والرضوان، متوفی 544ھ

آپ تحریر فرماتے ہیں: "مَا ذُکِرَ مِنْ اَنَّہٗ لَا ظِلَّ لِشَخْصِہٖ فِیْ شَمْسٍ وَّ لَا قَمَرٍ لِاَنَّہٗ کَانَ نُوْرًا" یہ جو بیان کیا گیا ہے کہ سورج اور چاند کی روشنی میں حضور ﷺ کا سایہ نہیں پڑتا تھا تو اس لئے کہ حضور ﷺ نور تھے۔ (شفاء شریف ج1، ص242)

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالی علیہ کا عقیدہ اس تحریر سے بالکل واضح ہے کہ نور ہونے کے سبب حضور ﷺ کا سایہ نہیں پڑتا تھا۔

(3)اولیائے کرام کے عقیدے

(1)امام ربانی حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی کا عقیدہ

علیہ الرحمۃ والرضوان، متوفی 1035ھ

آپ تحریر فرماتے ہیں: "ناچار اور اسایہ نبود، در عالم شہادت سایہ ہر شخص از شخص لطیف تر ست، وچوں لطیف تر از وے در عالم نہ باشد اوراسایہ چہ صورت دارد" بیشک حضور ﷺ کا سایہ نہیں تھا، اس کی وجہ یہ ہے کہ عالم شہادت میں ہر چیز سے اس کا سایہ لطیف ہوتا ہے اور حضور سے لطیف کائنات میں کوئی چیز نہیں تو پھر آپ کا سایہ کس صورت سے ہو سکتا ہے۔ (مکتوبات شریف، ج:2، ص187)

اور تحریر فرماتے ہیں: "ہر گاہ محمد رسول اللہ از لطافت ظل نہ بود خدائے محمد چگونہ ظل باشد" جب محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے لطیف ہونے کے سبب سایہ نہیں ہے تو محمد رسول اللہ ﷺ کے خدا کے لئے کیسے سایہ ہو سکتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان تحریروں سے اپنا عقیدہ بالکل واضح کر دیا کہ حضور ﷺ سے زیادہ لطیف چونکہ کائنات میں کوئی چیز نہیں ہے، اس لئے آپ کا سایہ نہیں ہو سکتا۔

(6)وسیلہ

جس کے ذریعے کسی سے قرب اور نزدیکی حاصل کی جائے، اس کو وسیلہ کہتے ہیں۔ (التعریفات صفحہ 225) صحابہ کرام اور تمام بزرگانِ دین بلکہ خود حضور سید المرسلین علیہ الصلوۃ والتسلیم کا یہی عقیدہ ہے کہ بزرگوں کو وسیلہ بنانا جائز ہے۔ زندگی میں بھی اور ان کی وفات کے بعد بھی۔ تفصیل ملاحظہ ہو۔

(1)انبیائے کرام کے عقیدے

(1)حضور سید عالم کا عقیدہ

(ﷺ، وصال اقدس 11 ہجری بمطابق 632 عیسوی)

حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ "إِنَّ رَجُلًا ضَرِيرَ الْبَصَرِ أَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ: ادْعُ اللهَ أَنْ يُعَافِيَنِي فَقَالَ: إِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ، وَإِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ، فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ، قَالَ فَادْعُهُ، قَالَ: فَأَمَرَهُ أَنْ يَتَوَضَّأَ فَيُحْسِنُ وُضُوءَهُ وَيُصَلِّي رَكْعَتَيْنِ وَيَدْعُو بِهٰذَا الدُّعَاءِ، اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ ﷺ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ! إِنِّي أَتَوَجَّهُ بِكَ إِلٰى رَبِّي فِي حَاجَتِي هٰذِهٖ فَيَقْضِيهَا، اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِيَّ فَفَعَلَ الرَّجُلُ، فَقَامَ وَقَدْ أَبْصَرَ"۔ ترجمہ: ایک اندھا آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے آنکھ والا کر دے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر تو چاہے تو میں تیرے لئے دعا کروں، اور اگر تو چاہے تو صبر کرلے کہ وہ تیرے لئے بہتر ہے۔ عرض کیا کہ دعا فرمائیں۔ حضور ﷺ نے اسے حکم دیا کہ اچھا وضو کرو، دو رکعت نماز پڑھو اور یہ دعا کرو۔ اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف محمد ﷺ کے وسیلہ سے توجہ کرتا ہوں، جو نبی رحمت ہیں۔ یا رسول اللہ! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں، تو اسے پوری فرمادے۔ اے اللہ! میرے بارے میں حضور ﷺ کی شفاعت قبول فرما، تو وہ شخص جب آپ کے فرمانے کے مطابق کام کر کے کھڑا ہوا تو آنکھ والا ہو گیا۔ (ترمذی شریف جلد 2 صفحہ 197، خصائص کبری جلد 2 صفحہ 201)

امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور علامہ سیوطی نے تحریر فرمایا کہ اس حدیث کو امام بخاری نے اپنی تاریخ میں روایت کیا اور بیہقی نے الدلائل والدعوات میں اس حدیث شریف کو روایت کر کے فرمایا کہ صحیح ہے اور ابو نعیم نے اسے معرفہ میں روایت کیا۔

اس حدیث شریف سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا یہ عقیدہ ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وسیلہ بنانا جائز ہے۔ اگر شرک ہوتا تو حضور ﷺ اپنے وسیلہ سے دعا کرنے کے لئے اس نابینا کو ہرگز حکم نہ فرماتے۔

(2)صحابہ کرام کے عقیدے

(1)حضرت عمر فاروق اعظم کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وصال اقدس 23 ہجری)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ "إِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ كَانَ إِذَا قَحَطُوْا إِسْتَسْقٰى بِالْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ إِنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا ﷺ فَتَسْقِيْنَا وَإِنَّا نَتَوَسَّلُ إِلَيْكَ بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا، قَالَ: فَيُسْقَوْنَ" ترجمہ: جب لوگ قحط میں مبتلا ہوتے تو حضرت عمر بن خطاب

رضی اللہ تعالی عنہ، حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالی عنہ کے وسیلہ سے دعا کرتے اور کہتے: اے اللہ! ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی ﷺ کو وسیلہ بنایا کرتے تھے تو ہمیں تو سیراب فرماتا تھا۔ اور اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: ہر مرتبہ پانی برس پڑتا۔ (بخاری شریف جلد 1 صفحہ 137)

حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالی علیہ (متوفی 852 ہجری) اس حدیث شریف کی شرح میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ "فَخَطَبَ النَّاسَ عُمَرُ فَقَالَ: إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يَرَى لِلْعَبَّاسِ مَا يَرَى الْوَلَدُ لِلْوَالِدِ فَاقْتَدُوْا، أَيُّهَا النَّاسُ! بِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ فِيْ عَمِّهِ الْعَبَّاسِ وَاتَّخِذُوْهُ وَسِيْلَةً إِلَى اللهِ" ترجمہ: پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ حضرت عباس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرتے تھے، جیسا کہ بیٹا اپنے باپ کے ساتھ کرتا ہے۔ لہذا اے لوگو! رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباس کے ساتھ حضور کا طریقہ اپناؤ اور انہیں اللہ تعالی کی بارگاہ میں وسیلہ بناؤ۔ (فتح الباری شرح بخاری جلد 1 صفحہ 413)

ان احادیث کریمہ سے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کا عقیدہ بالکل واضح ہے کہ وہ حضور سید عالم ﷺ کو وسیلہ بنایا کرتے تھے۔ پھر انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ تعالی عنہ کو خود وسیلہ بنایا اور دوسروں کو انہیں وسیلہ بنانے کا حکم دیا تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ غیر نبی کو بھی وسیلہ بنانا جائز ہے اور پھر کسی صحابی نے ان کے اس قول و عمل پر اعتراض نہیں کیا، جس سے غیر نبی کو وسیلہ بنانے پر صحابہ کا اجماع بھی ثابت ہو گیا۔

(2) حضرت امیر معاویہ کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالی عنہ، متوفی 60 ہجری)

علامہ ابن سعد (متوفی 845ھ) اسناد کے ساتھ حضرت سلیم بن عامر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ "إِنَّ السَّمَاءَ قَحَطَتْ فَخَرَجَ مُعَاوِيَةُ ابْنُ أَبِيْ سُفْيَانَ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ وَاَهْلُ دِمِشْقَ يَسْتَسْقُوْنَ فَلَمَّا قَعَدَ مُعَاوِيَةُ عَلَى الْمِنْبَرِ، قَالَ: أَيْنَ يَزِيْدُ بْنُ الْأَسْوَدِ الْجُرَشِيُّ قَالَ: فَنَادَاهُ النَّاسُ فَأَقْبَلَ يَتَخَطّٰى فَأَمَرَهُ مُعَاوِيَةُ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ فَقَعَدَ عِنْدَ رِجْلَيْهِ، فَقَالَ مُعَاوِيَةُ: اَللّٰهُمَّ! إِنَّا نَسْتَشْفِعُ إِلَيْكَ الْيَوْمَ بِخَيْرِنَا وَاَفْضَلِنَا، اَللّٰهُمَّ: إِنَّا نَسْتَشْفِعُ إِلَيْكَ بِيَزِيْدَ بْنَ الْأَسْوَدِ، يَا يَزِيْدُ! اِرْفَعْ يَدَيْكَ إِلَى اللهِ، فَرَفَعَ يَزِيْدُ يَدَيْهِ وَرَفَعَ النَّاسُ أَيْدِيَهُمْ، فَمَا كَانَ اَوْشَكَ أَنْ ثَارَتْ سَحَابَةٌ فِي الْمَغْرِبِ وَهَبَّتْ لَهَا رِيْحٌ، فَسَقَيْنَا حَتّٰى كَادَ النَّاسُ لَا يَصِلُوْنَ إِلٰى مَنَازِلِهِمْ" ترجمہ: بارش نہیں ہوئی، قحط پڑ گیا تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ اور دمشق کے لوگ نماز استسقاء کے لئے نکلے۔ جب حضرت امیر معاویہ منبر پر بیٹھے تو فرمایا: یزید بن اسود جرشی کہاں ہیں؟ راوی نے کہا کہ لوگوں نے انہیں پکارا تو وہ قدم بڑھاتے ہوئے نمودار ہوئے اور حضرت امیر معاویہ کے حکم سے منبر پر چڑھے اور ان کے قدموں کے پاس بیٹھ گئے۔ پھر حضرت امیر معاویہ نے دعا کی، کہ اے اللہ! ہم تیری بارگاہ میں آج کے دن اپنی جماعت کے افضل اور بہتر شخص کو وسیلہ بناتے ہیں۔ اے اللہ! ہم تیری بارگاہ میں یزید بن اسود کو سفارشی ٹھہراتے ہیں۔ یزید! اپنے ہاتھوں کو اللہ تعالی کی بارگاہ میں اٹھائیے! تو حضرت یزید نے اپنے ہاتھوں کو اٹھایا اور لوگوں نے اپنے بھی ہاتھ اٹھائے، تھوڑی دیر بھی نہیں گزری کہ (پچھم) مغرب کی طرف بادل کا ایک ٹکڑا ظاہر ہوا اور اس کے ساتھ ہوا بھی چلی اور ہم پر ایسی بارش ہوئی کہ اپنے گھروں تک پہنچنا دشوار ہو گیا۔ (طبقات ابن سعد جلد 7 صفحہ 444)

اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ صحابی رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں بزرگوں کو وسیلہ بنانا جائز ہے اور آپ کے اس عمل کا صحابہ و تابعین میں سے کسی نے انکار نہیں کیا تو اس مسئلہ میں ان کا اجماع بھی ثابت ہو گیا۔

(3) اولیائے کرام کے عقیدے

(1) حضور سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالی عنہ، وصال اقدس 561ھ)

حضرت علامہ نورالدین شطنوفی رحمۃ اللہ تعالی علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ خبر دی ہم کو ابو الحسن بن زکریا بغدادی نے، انہوں نے کہا (629 ہجری) میں ہم کو قاضی القضاۃ ابو صالح بن حافظ ابو بکر عبد الرزاق بن شیخ الاسلام محی الدین ابو محمد عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ نے بغداد میں خبر دی، انہوں نے کہا ہم کو شیخ ابو عبد الرزاق نے خبر دی اور (690 ہجری) میں، ہم کو شیخ ابو محمد الحسن فقیہ ابو عمران موسیٰ بن الحسین قرشی شافعی نے قاہرہ میں خبر دی، ان دونوں نے کہا کہ (613 ہجری) میں ہم کو شیخ پیشوا ابو الحسن قرشی نے دمشق میں خبر دی، کہ میں نے شیخ ابو محمد عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالی عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے۔ "إِذَا سَأَلْتُمُ اللهَ حَاجَةً فَاسْئَلُوْهُ بِيْ"۔ ترجمہ: جب تم اللہ تعالی سے کوئی حاجت طلب کرو تو میرے وسیلے سے طلب کرو۔ (بہجۃ الاسرار صفحہ 63)

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالی عنہ کے اس فرمان سے وسیلہ کے بارے میں ان کا عقیدہ بالکل واضح ہے۔

(4)ائمہ کرام کے عقیدے

(1)حضرت امام اعظم ابو حنیفہ کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالیٰ عنہ، متوفی 150ہجری)

آپ کا نام نامی نعمان، کنیت ابو حنیفہ اور لقب امام اعظم وامام المسلمین ہے۔ آپ فارس کے بادشاہ نوشیرواں کی اولاد سے ہیں۔ سلسلہ نسب اس طرح ہے۔ نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان بن ثابت بن قیس بن یزدگرد بن شہریار بن پرویز بن نوشیرواں۔ آپ کے دادا مشرف با اسلام ہو کر کوفہ شہر میں سکونت پذیر ہوئے۔ وہیں آپ 80ہجری میں پیدا ہوئے۔ آپ کے باپ ثابت اپنے بچپن کے زمانہ میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں لائے گئے، تو آپ نے ان کے لئے اور ان کی اولاد میں خیر وبرکت کی دعا فرمائی۔ آپ کے زمانہ مبارکہ میں تقریباً بائیس (22) صحابہ زندہ تھے، جن میں سے سات (7) صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آپ کی ملاقات ثابت ہے۔ خصوصاً حضرت انس بن مالک، بن حضرت جابر بن عبد اللہ، حضرت عبد اللہ بن اوفی، حضرت معقل بن یسار اور حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے۔ اور حضرت انس وحضرت جابر وحضرت واثلہ وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے آپ نے حدیثیں بھی روایت کی ہیں۔

حدیث شریف میں آپ کے متعلق بشارت بھی دی گئی ہے جیسا کہ محدث زمانہ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی شافعی علیہ الرحمۃ والرضوان تحریر فرماتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ حضور سید عالم ﷺ نے سیدنا امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اس حدیث شریف میں بشارت دی ہے جسے ابونعیم نے حلیہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے نقل کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: "لَوْ کَانَ الْعِلْمُ بِالثُّرَیَّا لَتَنَاوَلَهُ رِجَالٌ مِنْ أَبْنَاءِ فَارِسَ "یعنی اگر علم ثریا پر پہنچ جائے تو فارس کے جواں مردوں میں سے ایک جواں مرد ضرور اس تک پہنچ جائے گا۔ (تبییض الصحیفہ فی مناقب الامام ابی حنیفہ اردو صفحہ 6) اور حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ حدیث ہے جس کے اصل الفاظ صحیح بخاری اور مسلم میں یہ ہے "لَوْ کَانَ الْإِیْمَانُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَتَنَاوَلَهُ رِجَالٌ مِنْ فَارِسَ "یعنی اگر ایمان ثریا کے نزدیک پہنچ جائے تو مردان فارس اس تک ضرور پہنچ جائیں گے۔ (تبییض الصحیفہ 2)

اور فرماتے ہیں کہ معجم طبرانی میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" لَوْ کَانَ الدِّیْنُ بِالثُّرَیَّا لَتَنَاوَلَهُ نَاسٌ مِنْ اَبْنَاءِ فَارِسَ "یعنی اگر دین ثریا میں معلق ہو جائے تو یقیناً فارس کے لوگ اسے حاصل کرلیں گے۔ (تبییض الصحیفہ اردو صفحہ 7)

ان احادیث کریمہ میں "ابناء فارس" اور "رجال فارس" سے حضرت سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب مراد ہیں۔ آپ نے چار ہزار (4000) مشائخ، تابعین و تبع تابعین سے حدیث وفقہ حاصل کیا جن میں سے بعض حضرات کے نام یہ ہیں۔ حضرت امام جعفر صادق، نافع مولی ابن عمر، موسیٰ بن ابی عائشہ، سالم بن عبد اللہ بن عمر بن الخطاب، سعید بن مسروق، سلمہ بن کہیل، سلیمان بن مہران اعمش، طاؤس بن کیسان، عبد اللہ بن دینار، عبد الرحمن بن ہرمز اعرج، عطاء بن ابی رباح، عطاء بن یسار، محمد بن علی بن حسین بن علی المرتضیٰ، محمد بن عمرو بن الحسن بن علی المرتضی، ولید بن سریح مولی عمر بن الخطاب اور ہشام بن عروہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ آپ نے تمام علوم میں کامل ہونے کے بعد گوشہ نشینی کا ارادہ فرمایا تو ایک رات آپ سرکار اقدس ﷺ کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اے ابو حنیفہ! آپ کو اللہ تعالیٰ نے میری سنت زندہ کرنے کے لئے پیدا فرمایا ہے، تو آپ گوشہ نشینی کا ارادہ ہرگز نہ کریں۔ اس بشارت کے ساتھ آپ درس وتدریس اور مسائل شرعیہ کے اجتہاد واستنباط میں مشغول ہوئے۔ یہاں تک کہ آپ کا مذہب ساری دنیا میں پھیل گیا۔ آپ کے شاگرد بے شمار ہوئے جن میں سے ساٹھ (60) شاگردوں کا ذکر بعض محدثین نے تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ ان میں سے چند بزرگوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔ امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر، حسن بن زیاد لولوی، ابو مطیع بلخی، عبد اللہ بن مبارک، وکیع بن جراح، زکریا بن ابی زائدہ حفص بن غیاث نخعی، رئیس الصوفیہ داؤد طائی، یوسف بن خالد، اسد بن عمرو اور نوح بن مریم وغیرہم، رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسائل کے اجتہاد اور احکام کے استنباط کی مشغولیت کے سبب روایت حدیث کا بہت کم موقع ملا۔ جیسے کہ حضرت ابو بکر صدیق و حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو امور خلافت کی مشغولیت کے سبب حدیث کی روایت کا اتفاق کم ہوا۔ مگر اس کے باوجود حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیثوں کی پندرہ (15) مسندیں جمع کی گئی ہیں اور آپ کے شاگرد اکابر محدثین کے شیوخ میں شمار کئے گئے ہیں۔ جیسے یحیی بن معین، وکیع بن جراح، مسعر بن کدام، عبد اللہ بن مبارک، امام ابو یوسف، احمد بن حنبل اور بالواسطہ اصحاب صحاح ستہ یعنی حضرت امام بخاری اور حضرت امام مسلم وغیرہ بھی حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شاگردی سے باہر نہیں ہو سکتے۔

زرقانی شارح مؤطا نے حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیثوں کی تعداد میں کئی قول نقل کئے ہیں۔ اول یہ کہ آپ کے مرویات پانچ سو (500) ہیں۔ دوسرے یہ کہ سات سو (700) ہیں۔ تیسرے یہ کہ ایک ہزار (1000) سے کچھ زائد ہیں۔ چوتھے یہ کہ ایک ہزار سات سو (1700) ہیں۔ پانچویں یہ کہ چھ سو سڑسٹھ (667) ہیں۔

اور غیر مقلدین جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کو صرف سترہ(17)حدیثیں پہنچی ہیں، اور ثبوت میں ابن خلدون کا حوالہ پیش کرتے ہیں تو وہ سراسر غلط ہے۔ اس لئے کہ یہ ابن خلدون کا عقیدہ نہیں ہے اور نہ اس کا قول ہے بلکہ اس نے دوسرے کا قول حکایۃ نقل کیا ہے اور اغلب یہ ہے کہ اس نے سبعمائۃ لکھا تھا اور کاتب کی غلطی سے سبعۃ عشر ہو گیا۔ یا از راہ حسد قصداً ایسا کیا گیا۔ اس لئے کہ بقول حضرت ملا علی قاری، حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالی عنہ نے تراسی ہزار(83000)مسائل حل فرمائے ہیں، جن میں سے اڑتیس ہزار(38000)مسائل عبادات سے متعلق ہیں، اور باقی مسائل معاملات کے بارے میں ہیں۔ تو اگر آپ کو صرف سترہ(17)حدیثیں پہنچی ہوتی تو اتنے زیادہ مسائل، آپ ہر گز حل نہیں کر سکتے تھے، نہ علامہ ذہبی شافعی تذکرۃ الحفاظ میں آپ کا ذکر حفاظ حدیث میں کرتے، نہ اکابر علمائے حدیث آپ کو اپنا شیخ بناتے، نہ آپ کے لئے امام کا لقب تسلیم کرتے، نہ محدث زمانہ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی شافعی اور دیگر علمائے سلف آپ کے فضائل و مناقب میں بڑی بڑی کتابیں لکھتے۔ غرضیکہ غیر مقلدوں کا یہ پروپیگنڈہ کہ حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کو صرف سترہ(17)حدیثیں پہنچی ہیں، بالکل جھوٹ ہے۔ اسے وہی شخص صحیح مان سکتا ہے جسے آپ کے علم سے حسد ہو گا اور یا تو وہ آپ کے علم سے جاہل ہو گا، جو آپ کی مرویات کو دیکھنا چاہے وہ موطا امام محمد، کتاب الاثار، کتاب الحج، سیر کبیر اور حضرت امام ابو یوسف کی کتاب الخراج، کتاب الامالی لمجر د بن زیاد وغیرہا کا مطالعہ کرے۔ ان میں امام اعظم کی روایت کردہ کئی سو حدیثیں صحیح اور حسن ملیں گی۔ آپ کی تصنیفات، فقہ اکبر، کتاب الوصیۃ، کتاب العالم والمتعلم اور کتاب المفقود وغیرہ ہیں۔ آپ کا وصال 150 ہجری میں ہوا۔ مزار اقدس بغداد شریف کے خیزراں قبرستان میں زیارت گاہ خاص و عام ہے، جس پر سب سے پہلے سلطان ملک شاہ سلجوقی نے 459 ہجری میں شاندار گنبد بنوایا اور آپ کے آستانہ عالیہ پر حنفیوں کے لئے مدرسہ حنفیہ قائم کیا۔ (ماخوذ از تبییض الصحیفہ، خیرات الحسان، حدائق الحنفیہ، مفید المفتی، سوانح امام اعظم)

آپ اپنے مشہور قصیدہ نعمانیہ میں حضور سید عالم ﷺ کی بار گاہ میں یوں عرض کرتے ہیں۔ "أَنْتَ الَّذِیْ لَمَّا تَوَسَّلَ بِکَ اٰدَمُ:: مِنْ زَلَّةٍ فَازَ وَهُوَ اَبَاکَا" ترجمہ: یعنی آپ ہی وہ ہیں کہ جب حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام نے آپ کو وسیلہ بنایا تو وہ کامیاب ہوئے۔ قبولیت دعا سے، حالانکہ وہ آپ کے باپ ہیں۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کا عقیدہ اس شعر سے ظاہر ہے کہ حضور ﷺ کے ظاہری وجود سے پہلے حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام نے جو آپ کو وسیلہ بنایا تو وہ بھی جائز ہے، شرک نہیں ہے کہ اسی وسیلہ سے ان کی توبہ قبول ہوئی۔

(2)حضرت امام مالک کا عقیدہ

(رضی اللہ تعالی عنہ، متوفی 179 ہجری)

حضرت امام قاضی عیاض علیہ الرحمۃ والرضوان (متوفی 544 ہجری) تحریر فرماتے ہیں کہ امیر المؤمنین ابو جعفر منصور یعنی بنی عباس کا دوسرا خلیفہ جب حضور سید عالم ﷺ کے مزار اقدس کی زیارت کے لئے حاضر ہوا تو اس وقت مسجد نبوی میں حضرت امام مالک رضی اللہ تعالی عنہ موجود تھے۔ خلیفہ منصور نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "یَا أَبَا عَبْدِ اللهِ اَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ وَ اَدْعُوْ أَمْ اَسْتَقْبِلُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ: لِمَ تَصْرِفُ وَجْهَکَ عَنْهُ وَهُوَ وَسِیْلَتُکَ وَ وَسِیْلَةُ اَبِیْکَ اٰدَمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ إِلَى اللهِ بَلِ اسْتَقْبِلْهُ وَاسْتَشْفِعْ بِهٖ فَیُشَفِّعُهُ اللهُ "۔ ترجمہ: اے ابو عبد اللہ! میں کعبہ کی طرف منہ کر کے دعا کروں، یا رسول اللہ ﷺ کی طرف منہ کروں؟ حضرت امام مالک نے فرمایا: کس طرح تم اپنا چہرہ حضور ﷺ کی طرف سے پھیر سکتے ہو، حالانکہ وہ اللہ کی بار گاہ میں تمہارے اور تمہارے باپ آدم علیہ السلام کے وسیلہ ہیں۔ لہذا تم حضور ﷺ ہی کی طرف رخ کرو اور ان سے شفاعت طلب کرو، اللہ تعالی ان کی شفاعت قبول فرمائے گا۔ (شفا شریف جلد صفحہ 33)

(5)محدثین کے عقیدے

(1)علامہ جلال الدین سیوطی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان، متوفی 911 ہجری)

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت ابو امامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے۔ "إِنَّ رَجُلًا کَانَ یَخْتَلِفُ إِلٰی عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ فِیْ حَاجَةٍ وَّ کَانَ عُثْمَانُ لَا یَلْتَفِتُ إِلَیْهِ وَ لَا یَنْظُرُ فِیْ حَاجَتِهٖ فَلَقِیَ عُثْمَانَ بْنَ حُنَیْفٍ فَشَکَا إِلَیْهِ ذٰلِکَ فَقَالَ لَهُ ائْتِ بِالْمِیْضَاةِ فَتَوَضَّأْ ثُمَّ ائْتِ الْمَسْجِدَ فَصَلِّ رَکْعَتَیْنِ ثُمَّ قُلْ: اَللّٰهُمَّ! إِنِّیْ أَسْئَلُکَ وَ اَتَوَجَّهُ إِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ ﷺ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ، یَا مُحَمَّدُ إِنِّیْ أَتَوَجَّهُ بِکَ إِلٰی رَبِّیْ فَیَقْضِیْ لِیْ حَاجَتِیْ، وَاذْکُرْ حَاجَتَکَ ثُمَّ رُحْ حَتّٰی اَرُوْحَ فَانْطَلَقَ الرَّجُلُ وَ صَنَعَ ذٰلِکَ ثُمَّ اَتٰی بَابَ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ فَجَاءَ الْبَوَّابُ فَأَخَذَ بِیَدِهٖ فَاَدْخَلَهُ عَلٰی عُثْمَانَ فَأَجْلَسَهُ مَعَهُ عَلَى الطِّنْفَسَةِ فَقَالَ انْظُرْ مَا کَانَتْ لَکَ مِنْ حَاجَةٍ ثُمَّ إِنَّ الرَّجُلَ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهٖ فَلَقِیَ عُثْمَانَ بْنَ حُنَیْفٍ فَقَالَ لَهُ جَزَاکَ اللهُ خَیْرًا مَا کَانَ یَنْظُرُ فِیْ حَاجَتِیْ وَ لَا یَلْتَفِتُ اِلَیَّ حَتّٰی کَلَّمْتَهُ، قَالَ: مَا کَلَّمْتُهُ وَ لٰکِنِّیْ رَأَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ وَ جَاءَهُ ضَرِیْرٌ فَشَکَا إِلَیْهِ ذَهَابَ بَصَرِهٖ فَقَالَ لَهُ أَوْ تَصْبِرُ قَالَ یَا رَسُوْلَ اللهِ! لَیْسَ لِیْ قَائِدٌ وَّ قَدْ شَقَّ عَلَیَّ، فَقَالَ: إِئْتِ الْمِیْضَاةَ فَتَوَضَّأْ وَ صَلِّ رَکْعَتَیْنِ، ثُمَّ قُلْ: اَللّٰهُمَّ! إِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَ اَتَوَجَّهُ إِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ ﷺ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ، یَا مُحَمَّدُ! إِنِّیْ اَتَوَجَّهُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فَیُجَلِّیْ لِیْ عَنْ بَصَرِیْ۔ اَللّٰهُمَّ شَفِّعْهُ فِیَّ وَ شَفِّعْنِیْ فِیْ نَفْسِیْ، قَالَ عُثْمَانُ: فَوَ اللهِ مَا تَفَرَّقْنَا حَتّٰی دَخَلَ الرَّجُلُ کَاَنْ لَّمْ یَکُنْ بِهٖ ضَرَرٌ "۔ ترجمہ: ایک

شخص حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس کسی ضرورت کے لئے جاتا تھا، مگر حضرت عثمان اس کی طرف التفات نہیں فرماتے تھے اور نہ اس کی ضرورت کے سلسلے میں توجہ کرتے تھے تو اس نے حضرت عثمان بن حنیف سے ملاقات کر کے اس کی شکایت کی۔ انہوں نے اس سے فرمایا کہ وضو گاہ پر جا کر وضو کرو اور مسجد میں آکر دو رکعت نماز پڑھو، پھر دعا کرو، اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں، تیرے نبی محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں، جو نبی رحمت ہیں، یارسول اللہ! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ وہ میری حاجت پوری فرمائے۔ اور (یہ دعا کرتے ہوئے) اپنی حاجت کا ذکر کرو، پھر شام کو میرے پاس آؤ، تاکہ میں تمہارے ساتھ (حضرت عثمان کی خدمت میں) چلوں۔ تو وہ شخص چلا گیا اور ان کے فرمانے کے مطابق کیا، پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالی عنہ کے دروازہ پر آیا تو دربان آیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر امیر المؤمنین کے پاس لے گیا تو انہوں نے اس کو اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا اور فرمایا کہ میں تمہاری حاجت پوری کروں گا۔ پھر وہ شخص امیر المومنین کے یہاں سے جا کر عثمان بن حنیف سے ملاقات کی اور کہا اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ امیر المؤمنین میری ضرورت کے بارے میں کوئی توجہ نہیں فرماتے تھے۔ اور میری طرف التفات فرماتے تھے، یہاں تک کہ آپ نے میرے بارے میں ان سے گفتگو کی۔ عثمان بن حنیف نے کہا میں نے ان سے گفتگو نہیں کی ہے، لیکن میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس ایک نابینا شخص نے آکر اپنے اندھے پن کی شکایت کی، حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کیا تم صبر کر سکتے ہو؟ عرض کیا۔ یارسول اللہ! مجھے کوئی راہ بتانے والا نہیں ہے، اور یہ میرے لئے تکلیف دہ ہے۔ تو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا کہ وضو گاہ میں جا کر وضو کرو اور دو رکعت نماز پڑھو، پھر دعا کرو، اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری بارگاہ میں تیرے نبی محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے وسیلہ سے متوجہ ہوتا ہوں، جو نبی رحمت ہیں۔ یارسول اللہ! میں آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ وہ میری آنکھ کی تکلیف دور فرمادے۔ اے اللہ! تو حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی شفاعت میرے بارے میں قبول فرما اور میری شفاعت میرے بارے میں۔ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! ہم ابھی وہاں سے گئے نہیں تھے کہ وہ شخص آیا گویا کہ وہ اندھا ہی نہیں تھا۔

(خصائص کبری، باب دعاء رد البصر للاعمی جلد 2 صفحہ 347)

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اس حدیث شریف کو اپنی کتاب میں تحریر فرما کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ وصال کے بعد بھی حضور سید عالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو خدا کی بارگاہ میں اپنی حاجت کے لئے وسیلہ بنانا جائز ہے۔ اگر ان کا یہ عقیدہ نہ ہوتا تو بلا تردید اس حدیث کو اپنی کتاب میں شامل نہ فرماتے۔

(2) سراج الہند حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان، متوفی 1339 ہجری)

آپ تحریر فرماتے ہیں۔ "نیست صورت استمداد مگر ہمیں کہ محتاج طلب کند حاجت خود از جناب عزت الٰہی بتوسل روحانیت بندہ کہ مقرب و مکرم درگاہ والا ست، و گوید خداوندا بہ برکت ایں بندہ کہ تو رحمت و اکرام کردہ اور ابرآوردہ گرداں حاجت مرا۔ یا ندا کند آں بندہ مقرب و مکرم را کہ اے بندہ خدا و ولی وے شفاعت کن مرا و نجواہ از خدائے تعالی مطلوب مرا تا قضا کند حاجت مرا۔ پس نیست بندہ درمیان مگر وسیلہ و قادر و معطی و مسئول پروردگار ست تعالی شانہ، و درو ہیچ شائبہ شرک نیست چنانکہ منکر وہم کردہ، و آں چنانست کہ توسل و طلب دعا از صالحاں و دوستان خدا در حالت حیات کنند و آں جائز ست باتفاق، پس آں چرا جائز نباشد، و فرقے نیست در ارواح کاملاں در حین حیات و بعد از ممات مگر بہ ترقی کمال۔ ترجمہ: مدد طلب کرنے کی صورت صرف یہی ہے کہ ضرورت مند اپنی حاجت کو اللہ تعالی سے اس نیک بندے کی روحانیت کے وسیلہ سے طلب کرے جو اللہ تعالی کی بارگاہ عالی میں مقرب و مکرم ہے اور کہے خداوندا! اس بندے کی برکت سے کہ جس پر تو نے رحمت و اکرام فرمایا ہے، میری حاجت کو پورا فرما۔ یا اس مقرب بندہ کو پکارے کہ اے بندہ خدا! اور اللہ کے ولی! میرے لئے شفاعت کر، اور اللہ تعالی سے دعا کر کہ میرے مقصد کو پورا فرمائے۔ لہذا بندہ درمیان میں صرف وسیلہ ہے۔ قادر، دینے والا اور جس سے سوال کیا گیا ہے خدائے تعالی ہی ہے۔ اس میں شرک کا شائبہ تک نہیں جیسا کہ منکر نے وہم کیا ہے۔ یہ اسی طرح ہے کہ نیک لوگوں اور اللہ تعالی کے دوستوں کو ظاہری زندگی میں وسیلہ بنایا جاتا ہے۔ ان سے دعا طلب کی جاتی ہے اور یہ بالاتفاق جائز ہے۔ تو وفات کے بعد وہی بات کیوں جائز نہ ہوگی؟ کاملین کی ارواح میں ظاہری زندگی اور وفات کے بعد صرف اتنا فرق ہے کہ انہیں اور زیادہ کمال حاصل ہوتا ہے۔ (فتاوی عزیزیہ جلد 2 صفحہ 108)

اس فتویٰ میں حضرت شاہ عبد العزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے واضح طور پر اپنا عقیدہ تحریر فرما دیا کہ بزرگان دین کو جس طرح ان کی ظاہری زندگی میں وسیلہ بنانا جائز ہے ایسے ہی وصال کے بعد بھی جائز ہے اور اس میں شرک کا شائبہ تک نہیں۔ اس لئے کہ سوال اللہ تعالی ہی سے ہوتا ہے اور بزرگانِ دین صرف وسیلہ ہوتے ہیں۔

(7)قبروں کی زندگی

اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے انبیاء اور اولیاء کا اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہونا حق ہے۔ سرکار اقدس ﷺ اور تمام علماء و بزرگانِ دین کا یہی عقیدہ ہے۔ ثبوت ملاحظہ ہو۔

(1)انبیاء کرام علیہم السلام کے عقیدے

(1)حضور سید عالم کا عقیدہ

(ﷺ، وصال اقدس 11ھ بمطابق 632ء)

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔"اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْأَرْضِ أَنْ تَأْكُلَ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ يُرْزَقُ"۔ترجمہ: بے شک خدا تعالیٰ نے زمین پر انبیائے کرام علیہم السلام کے جسموں کو کھانا حرام فرمادیا ہے تو اللہ تعالیٰ کے نبی زندہ ہیں، رزق دیئے جاتے ہیں۔

(ابن ماجہ، مشکوۃ صفحہ 121)

اس حدیث شریف سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کا یہی عقیدہ ہے کہ انبیائے کرام اپنی اپنی قبروں میں دنیوی زندگی کی حقیقت کے ساتھ زندہ ہیں اور صحابی رسول ﷺ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس حدیث شریف کو روایت کیا تو ان کا بھی یہ عقیدہ ثابت ہوا کہ انبیائے کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

(2)محدثین کا عقیدہ

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث مذکور کو محدث حضرت ابن ماجہ اور صاحب مشکوۃ علامہ خطیب تبریزی نے اپنی اپنی کتابوں میں لکھ کر ثابت کردیا کہ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں حقیقی زندگی کے ساتھ زندہ ہیں اور دوسرے محدثین کے عقیدے ملاحظہ ہوں۔

(1)حضرت علامہ جلال الدین سیوطی کا عقیدہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ متوفی 911ہجری

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے فرمایا۔"اَلْأَنْبِيَاءُ أَحْيَاءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ" ترجمہ: انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، نماز پڑھتے ہیں۔ (اخرجہ ابویعلی والبیہقی)(خصائص کبری جلد2 صفحہ 281)

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خصائص کبری میں اس حدیث شریف کو لکھ کر قبروں میں انبیائے کرام علیہم السلام کی زندگی کے متعلق اپنا عقیدہ بالکل واضح کردیا۔

(2)حضرت ملا علی قاری کا عقیدہ

(علیہ الرحمۃ والرضوان، متوفی 1014ہجری)

آپ حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں۔"لَا فَرْقَ لَهُمْ فِی الْحَالَيْنِ وَلِذَا قِيْلَ أَوْلِيَاءُ اللّٰهِ لَا يَمُوْتُوْنَ وَلٰكِنْ يَنْتَقِلُوْنَ مِنْ دَارٍ إِلٰى دَارٍ" ترجمہ: انبیاء کرام علیہم السلام کی دنیوی اور بعد وصال کی زندگی میں کوئی فرق نہیں، اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے محبوب بندے مرتے نہیں، بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔ (مرقاۃ جلد2 صفحہ 212)

اور حضرت اوس بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا۔"إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ" ترجمہ: بے شک خدا تعالیٰ نے انبیائے کرام علیہم السلام کے جسموں کو زمین پر کھانا حرام فرمادیا ہے۔ (ابوداؤد، نسائی، دارمی، بیہقی، ابن ماجہ، مشکوۃ صفحہ 120)

اس حدیث شریف کی شرح میں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔"اَلْأَنْبِيَاءُ فِیْ قُبُوْرِهِمْ أَحْيَاءٌ" ترجمہ: انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں۔

(مرقاۃ جلد2 صفحہ 209)

اور تحریر فرماتے ہیں۔"إِنَّهُ ﷺ حَیٌّ يُرْزَقُ وَيُسْتَمَدُّ مِنْهُ الْمَدَدُ الْمُطْلَقُ" ترجمہ: بے شک حضور ﷺ باحیات ہیں، انہیں روزی پیش کی جاتی ہے اور ان سے ہر قسم کی مدد طلب کی جاتی ہے۔ (مرقاۃ جلد1 صفحہ 284)

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ان تحریروں سے ان کا عقیدہ کھلم کھلا ظاہر ہے کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں، بلکہ اللہ کے دوسرے محبوب بندے بھی نہیں مرتے ہیں۔ صرف دار فانی سے دار بقاء کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔

(3)فقہا کا عقیدہ

(1)صاحب نورالایضاح علامہ شرنبلالی کا عقیدہ

علیہ الرحمۃ والرضوان، متوفی1069ھ

آپ تحریر فرماتے ہیں۔" وَمِمَّاهُوَ مُقَرَّرٌ عِنْدَ الْمُحَقِّقِیْنَ أَنَّهُ ﷺ حَیٌّ یُرْزَقُ مُتَمَتِّعٌ بِجَمِیْعِ الْمَلَاذِّ وَالْعِبَادَاتِ غَیْرَ أَنَّهُ حَجَبَ عَنْ أَبْصَارِ الْقَاصِرِیْنَ عَنْ شَرِیْفِ الْمَقَامَاتِ"۔ترجمہ: یہ بات ارباب تحقیق کے نزدیک ثابت ہے کہ حضور سید عالم ﷺ(حقیقی دنیاوی زندگی کے ساتھ) زندہ ہیں،ان پر روزی پیش کی جاتی ہے۔ساری لذت والی چیزوں کا مزہ اور عبادتوں کا سرور پاتے ہیں،لیکن جو لوگ کہ بلند درجوں تک پہنچنے سے قاصر ہیں ان کی نگاہوں سے او جھل ہیں۔ (مراقی الفلاح مع طحطاوی447)

حضرت علامہ شیخ حسن شرنبلالی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے کھلم کھلا اپنا اور تمام محققین کا عقیدہ لکھ دیا کہ حضور ﷺ زندہ ہیں، مگر عام لوگوں کی نگاہوں سے او جھل ہیں۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ میری چشم عالم سے چھپ جانے والے

(2)علامہ ابن حجر مکی شافعی کا عقیدہ

علیہ الرحمۃ والرضوان، متوفی974ھ

آپ تحریر فرماتے ہیں، بعض لوگوں نے کہا میں کل ظہر کے وقت انتقال کر جاؤں گا تو کہنے کے مطابق ہی ان کا انتقال ہوا اور جب قبر میں رکھے گئے تو انہوں نے اپنی آنکھیں کھول دیں، دفن کرنے والے نے ان سے کہا: کیا آپ موت کے بعد زندہ ہیں؟ انہوں نے کہا:"اَنَا حَیٌّ وَکُلُّ مُحِبٍّ لِلّٰهِ حَیٌّ"۔ترجمہ: میں زندہ ہوں اور اللہ تعالی سے محبت کرنے والا ہر ایک زندہ ہے۔ (فتاوی حدیثیہ صفحہ267)

اس تحریر سے حضرت علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اپنا عقیدہ واضح کر دیا کہ انبیائے کرام علیہم السلام کی ذات تو ارفع واعلیٰ اور بہت بلند و بالا ہے، اللہ کا ہر وہ نیک بندہ جو اس سے محبت کرنے والا ہے، وہ بھی اپنی قبر میں زندہ رہتا ہے۔

(4)اولیاء اللہ کے عقیدے

(1)حضور سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی کا عقیدہ

علیہ الرحمۃ والرضوان، متوفی 561ھ

علامہ تادفی رحمۃ اللہ تعالی علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ شیخ کیمیائی، شیخ بزاز اور شیخ ابو الحسن بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کے ہمراہ27ذی الحجہ بروز چہار شنبہ 253ھ مقبرہ شونیز میں مزارات کی زیارت کے لئے گئے۔اس وقت آپ کے ساتھ فقہاو قراء کی ایک بڑی جماعت بھی تھی۔وہاں آپ شیخ حماد(متوفی525ھ) کے مزار پر بہت دیر کھڑے رہے۔یہاں تک کہ گرمی نے شدت اختیار کرلی لیکن آپ کو دیکھ کر تمام لوگ بھی آپ کے پیچھے خاموش کھڑے رہے۔جب آپ واپس ہوئے تو آپ کے چہرے پر بہت ہی بشاشت تھی۔لوگوں نے جب دیر تک کھڑے رہنے کی وجہ دریافت کی، تو آپ نے ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

میں جمعہ 15 شعبان499ھ میں شیخ حماد کے ہمراہ جمعہ کی نماز کے لئے جامع الرصافہ کی طرف روانہ ہوا۔اس وقت ہمارے ساتھ بہت بڑی جماعت تھی۔چنانچہ جب ہم لوگ قنطوہ یہود(یہودی پل) کے قریب پہنچے، تو شیخ حماد نے شدید سردی کے باوجود مجھے پانی کے اندر دھکا دے دیا۔میں نے "بسم اللہ" کہہ کر غسل جمعہ کی نیت کرلی۔اس وقت میرے جسم پر ایک اونی جبہ تھا اور دوسرا جبہ میری آستین میں تھا جسے نکال کر میں نے ہاتھ میں اٹھالیا تاکہ بھیگنے سے محفوظ رہے، شیخ حماد مجھے دھکا دے کر آگے بڑھ گئے، چنانچہ میں نے پانی سے نکل کر اپنا جبہ نچوڑا اور ان کے پیچھے روانہ ہوگیا۔مجھے دیکھ کر لوگوں نے افسوس کیا، تو شیخ حماد نے انہیں جھڑک کر فرمایا: میں نے تو محض امتحانا اس کو نہر میں دھکیلا تھا، لیکن یہ تو ایسا کوہ گراں ہے جو اپنی جگہ سے حرکت ہی نہیں کرتا۔

پھر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے فرمایا کہ آج میں نے شیخ حماد کو قبر کے اندر ایسی حالت میں دیکھا کہ ان کے جسم پر جواہرات سے مرصع ایک حلہ ہے اور آپ کے سر پر یاقوت کا تاج، ہاتھوں میں سونے کے کنگن اور دونوں پاؤں میں طلائی جوتے ہیں، لیکن آپ کا داہنا ہاتھ شل ہے۔جب میں نے پوچھا کہ آپ کے ہاتھ کو کیا ہوگیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اس ہاتھ سے میں نے تجھے پانی میں دھکا دیا تھا، کیا تو مجھے معاف نہیں کرسکتا؟ میں نے کہا بلاشبہ معاف کیا۔پھر آپ نے فرمایا کہ خدا سے دعا کر! کہ یہ میرا ہاتھ ٹھیک ہو جائے۔چنانچہ میں جس وقت کھڑا ہوا، دعا کر رہا تھا تو پانچ ہزار اولیائے کرام اپنے مزارات میں میری دعا پر آمین کہہ رہے تھے۔اللہ تعالی نے میری دعا قبول فرما کر شیخ حماد کے ہاتھ کی تکلیف دور کردی اور آپ نے مجھ سے مصافحہ کیا۔اس طرح میری اور ان کی خوشی پوری ہوگئی۔ (قلائد الجواہر صفحہ99)

اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ والے اپنی قبروں میں زندہ ہیں کہ آپ نے فرمایا حضرت حماد نے مجھ سے گفتگو کی اور ہاتھ ٹھیک ہونے کے لئے خدا تعالیٰ سے دعا کرنے کی درخواست کی۔

(2)حضرت شیخ علی بن ہیتی کا عقیدہ

علیہ الرحمۃ والرضوان، متوفی564ھ

آپ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ کے مشہور بزرگ ہیں۔ حضرت علامہ تادنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ علی بن ہیتی مشائخ عراق میں بڑے صاحب کرامت بزرگ ہوئے ہیں اور ان شیوخ میں سے ایک ہیں، جو اندھوں اور کوڑھیوں کو اچھا کر دیتے تھے اور آپ اکثر غیب کی خبریں بھی بتا دیتے تھے۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کی بہت تعریف کرتے اور نہایت محبت و احترام کے ساتھ پیش آتے اور اکثر فرمایا کرتے کہ بغداد میں جو اولیائے کرام داخل ہوتے ہیں وہ ہمارے ہی مہمان ہوتے ہیں، لیکن ہم شیخ علی بن ہیتی کے مہمان رہتے ہیں۔ (قلائد الجواہر صفحہ 313)

حضرت شیخ علی بن ہیتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور شیخ بقا بن بطور رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ہمراہ حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ والرضوان کے مزار کی زیارت کی تو دیکھا کہ امام احمد بن حنبل نے قبر سے نکل کر حضرت شیخ عبد القادر جیلانی سے معانقہ کیا اور آپ کو خلعت عطا کر کے فرمایا کہ اے عبد القادر! تمام لوگ علم شریعت و طریقت میں تیرے محتاج ہوں گے۔

پھر میں حضرت کے ہمراہ حضرت شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی200ھ) کے مزار پر گیا، وہاں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی نے فرمایا: "اَلسَّلَامُ عَلَیکَ یَا شَیخُ مَعرُوف عَبَرنَاکَ بِدَرجَتَینِ" یعنی اے شیخ معروف ہم آپ سے دو درجہ بڑھ گئے ہیں، انہوں نے قبر میں سے جواب دیا "وَعَلَیکُمُ السَّلَامُ یَا سَیِّدَ أَهلِ زَمَانِهٖ" یعنی اے! اپنے زمانہ والوں کے سردار! وعلیکم السلام۔ (قلائد الجواہر صفحہ 141)

حضرت شیخ علی بن ہیتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس بیان سے اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ بزرگان دین وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ رہتے ہیں کہ حضرت امام احمد بن حنبل نے اپنی قبر سے نکل کر حضرت غوث پاک سے معانقہ کیا، اور حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے قبر سے آپ کے سلام کا جواب اس طرح دیا کہ باہر سنائی دیا۔

(8)زیارت قبور اور ان سے استفادہ

قبروں کی زیارت کرنا اور ان سے فائدہ حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس کے بارے میں سرکار دو عالم ﷺ اور بزرگان دین کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔

(1)انبیاء کرام علیہم السلام کے عقیدے

(1)حضور سید عالم کا عقیدہ

(ﷺ، وصال اقدس 11ھ بمطابق 632ء)

(1)حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "نَهَیتُکُم عَن زِیَارَةِ القُبُورِ فَزُورُوهَا"۔ ترجمہ: میں نے تم لوگوں کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، (اب میں تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ) ان کی زیارت کرو۔ (مسلم، مشکوۃ صفحہ 154)

محقق علی الاطلاق حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس حدیث شریف کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت سے قرب کے سبب اس اندیشہ سے حضور ﷺ نے پہلے قبروں کی زیارت سے منع کر دیا تھا کہ لوگ ان کے ساتھ پھر کہیں جاہلیت والا رویہ نہ اختیار کر لیں۔ پھر جب اسلام کے قوانین سے لوگ خوب آگاہ ہو گئے تو آپ نے قبروں کی زیارت کے لئے اجازت دے دی۔ (اشعۃ اللمعات جلد 1 صفحہ 717)

(2)حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کُنتُ نَهَیتُکُم عَن زِیَارَةِ القُبُورِ فَزُورُوهَا" ترجمہ: میں نے تم لوگوں کو قبروں کی زیارت سے روکا تھا، تو اب تم ان کی زیارت کرو۔ (ابن ماجہ، مشکوۃ صفحہ 154)

(3)حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: "کَانَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ کُلَّمَا کَانَ لَیلَتُهَا مِن رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ یَخرُجُ مِن اٰخِرِ اللَّیلِ إِلَى البَقِیعِ"۔ ترجمہ: جس رات کو رسول اللہ ﷺ ان کے یہاں قیام فرماتے تو آخر رات میں اٹھ کر مدینہ کے قبرستان میں تشریف لے جاتے۔ (مسلم، مشکوۃ صفحہ 154)

(4)حضرت محمد بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "مَن زَارَ قَبرَ أَبَوَیهِ أَو أَحَدِهِمَا فِي کُلِّ جُمعَةٍ غُفِرَ لَهٗ وَکُتِبَ بَرًّا"۔ ترجمہ: جو اپنے ماں باپ کی قبروں کی زیارت کرے یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی، ہر جمعہ کے دن، تو اسے بخش دیا جائے گا اور اسے نیکی کرنے والا لکھا جائے گا۔ (مشکوۃ صفحہ 154)

ان احادیث کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم ﷺ کے نزدیک قبروں کی زیارت جائز ہے بلکہ جو شخص ہر جمعہ کو اپنے ماں باپ کی قبروں کی زیارت کرے، وہ بخش دیا جائے گا۔

(2)ائمہ کرام کے عقیدے

(1)حضرت امام شافعی کا عقیدہ

علیہ الرحمۃ والرضوان، متوفی 204ھ

حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ (متوفی 1253ھ) تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا۔ "إِنِّيْ لَاَتَبَرَّکُ بِأَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاَجِیْءُ إِلٰی قَبْرِہٖ فَإِذَا عَرَضَتْ لِيْ حَاجَةٌ، صَلَّيْتُ رَكْعَتَيْنِ وَ سَاَلْتُ اللهَ تَعَالٰى عِنْدَ قَبْرِهٖ فَتُقْضٰى سَرِيْعًا"۔ ترجمہ: میں امام ابو حنیفہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور ان کی قبر کے پاس آتا ہوں، تو جب مجھے کوئی حاجت در پیش ہوتی ہے تو میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور ان کی قبر کے پاس اللہ تعالی سے دعا کرتا ہوں، تو حاجت جلد پوری ہو جاتی ہے۔

(ردالمختار جلد 1 صفحہ 38)

اور حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالی علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ "امام شافعی گفتہ است قبر موسی کاظم تریاق مجرب ست مر اجابت دعارا"۔ ترجمہ: حضرت امام شافعی نے فرمایا کہ حضرت موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالی عنہ کی قبر دعا کی مقبولیت کے لئے تریاق مجرب ہے۔ (اشعۃ اللمعات جلد 1 صفحہ 71)

ان تحریروں سے حضرت امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہ عقیدے معلوم ہوئے کہ بزرگوں کے مزاروں کی زیارت کے لئے جانا، صاحب مزار سے برکت حاصل کرنا، ان کے مزاروں کے پاس جاکر دعا کرنا اور صاحب مزار کو حاجت روائی کا ذریعہ ٹھہرانا جائز ہے اور بعض بزرگوں کا مزار، دعا کی مقبولیت کے لئے تریاقِ مجرب ہے۔

(3)مفسرین کے عقیدے

(1)عارف باللہ علامہ صاوی مالکی کا عقیدہ علیہ الرحمۃ والرضوان

آپ آیتِ کریمہ "وَابْتَغُوْا إِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ" کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں۔ "مِنَ الضَّلَالِ الْمُبِيْنِ وَالْخُسْرَانِ الظَّاهِرِ تَكْفِيْرُ الْمُسْلِمِيْنَ بِزِيَارَةِ اَوْلِيَاءِ اللهِ زَاعِمِيْنَ أَنَّ زِيَارَتَهُمْ مِنْ عِبَادَةِ غَيْرِ اللهِ كَلَّا، بَلْ هِيَ مِنْ جُمْلَةِ الْمَحَبَّةِ إِلٰى أَهْلِهٖ"۔ ترجمہ: اولیاء اللہ کی زیارت کے سبب مسلمانوں کو اس خیال سے کافر کہنا کہ ان کی زیارت عبادتِ غیر اللہ ہے، واضح گمراہی اور کھلی ہوئی ہلاکت ہے، اولیاء اللہ کی زیارت عبادتِ غیر اللہ ہرگز نہیں بلکہ یہ "اَلْحُبُّ فِي اللهِ" میں سے ہے۔ (تفسیر صاوی جلد 1 صفحہ 245)

معلوم ہوا کہ عارف باللہ حضرت علامہ صاوی مالکی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے نزدیک اولیاء اللہ کی زیارت کے لئے جانا جائز ہے کہ وہ عبادت غیر اللہ نہیں ہے بلکہ "اَلْحُبُّ فِي اللهِ" میں سے ہے۔

(4)اولیاء اللہ کے عقیدے

(1)سلطان التارکین حضرت صوفی حمید الدین ناگوری کا عقیدہ

علیہ الرحمۃ والرضوان، متوفی 677ھ

آپ فرمایا کرتے تھے جس شخص کو کوئی حاجت در پیش ہو وہ میری بیوی سیدہ خدیجہ کی قبر پر جاکر عرض کرے کیونکہ آپ نے کسی حاجت مند کو اپنے دروازہ سے محروم نہیں کیا۔ (سلطان التارکین صفحہ 93)

حضرت صوفی حمید الدین ناگوری علیہ الرحمۃ والرضوان کے اس فرمان سے ان کا عقیدہ بالکل واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے اپنی قبروں سے لوگوں کی حاجتیں پوری کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ اپنی حاجتوں کے لئے بزرگوں کی قبروں پر جائیں اور ان سے فائدہ حاصل کریں۔

(2)سلطان المشائخ حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء کا عقیدہ

علیہ الرحمۃ والرضوان، متوفی 725ھ

آپ نے فرمایا کہ مولانا کتھیلی نے مجھ سے بیان کیا کہ دہلی میں ایک سال قحط پڑا۔ میں کرباسی بازار سے گزر رہا تھا اور بھوکا تھا۔ میں نے کھانا خریدا اور خود سے کہا کہ اس کھانے کو تنہا نہیں کھانا چاہیئے۔ کسی کو بلاکر کھانے میں اس کو بھی شریک کروں۔ ایک کملی والے درویش کو میں نے دیکھا جو گدڑی پہنے ہوئے میرے سامنے سے گزر رہا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ اے میرے خواجہ! میں درویش ہوں اور تم بھی درویش ہو اور میں غریب ہوں، تم بھی غریب دکھائی دیتے ہو۔ کچھ کھانا موجود ہے۔ آؤ! تاکہ مل کر کھائیں۔ وہ درویش راضی

ہوئے۔ ہم نانبائی کی دوکان کے اوپر گئے اور کھانا کھایا، اس دوران میں اس درویش کی طرف متوجہ ہوا اور کہا اے خواجہ! مجھ پر بیس(20) روپیہ قرض ہو گیا ہے میرا وہ قرض ادا ہونا چاہیے۔ اس درویش نے کہا تم اطمینان سے کھانا کھاؤ، میں بیس روپیہ تم کو دیتا ہوں۔ مولانا کتھیلی نے کہا کہ میرے دل میں آیا کہ اس پھٹے حال شخص کے پاس بیس روپے کہاں ہوں گے ؟جو مجھ کو دے گا۔ الغرض جب کھانا کھا چکے وہ اٹھے اور اپنے ساتھ مجھ کو لے چلے، وہ مسجد کی طرف گئے، مسجد میں ایک قبر تھی اس کے سرہانے کھڑے ہو کر انہوں نے کچھ مانگا اور ایک چھوٹی لکڑی ان کے ہاتھ میں تھی، آہستہ سے اس کو دوبار قبر پر مارا اور کہا اس درویش کو بیس(20) روپے کی ضرورت ہے اس کو دو! یہ کہا اور میری طرف منہ کر کے مجھ سے کہا مولانا واپس جاؤ! بس آپ کو بیس روپے مل جائیں گے۔ مولانا کتھیلی نے کہا جب میں نے یہ بات سنی اس درویش کا ہاتھ چوما اور ان سے جدا ہو کر شہر کی طرف چل پڑا۔ میں اس وقت حیرت میں تھا کہ وہ بیس روپے مجھ کو کہاں سے مل جائیں گے۔ میرے پاس ایک خط تھا جو کسی کے گھر پر مجھے دینا تھا۔ اس دن وہ خط لے کر دروازہ کمال پہنچا، ایک ترک اپنے گھر کے چھجے پر بیٹھا تھا، اس نے مجھ کو دیکھا اور آواز دی اور اپنے غلاموں کو دوڑایا۔ وہ مجھے پوری کوشش سے اوپر لے گئے، اس ترک نے مجھے بہت خوش کیا۔ میں نے ہر چند کوشش کی، مگر اس کو نہیں پہچان سکا، وہ ترک یہی کہتا، کیا تم وہ عقل مند نہیں ہو، جس نے فلاں جگہ میرے ساتھ بہت نیکی کی تھی۔ میں نے اس سے کہا میں تم کو نہیں پہچانتا، اس نے کہا میں تم کو پہچانتا ہوں۔ خود کو کیوں چھپاتے ہو۔ الغرض اس قسم کی بہت سی باتیں کیں۔ اس کے بعد بیس(20) روپے لایا اور بڑی معذرت کے ساتھ میرے ہاتھ میں دے دیا۔(فوائد الفواد مجلس 21 بست و یکم صفحہ 124)

حضرت محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس واقعہ کو بلا تردید بیان فرما کر اپنا یہ عقیدہ ثابت کر دیا کہ جس طرح ظاہری زندگی میں اولیاء اللہ سے کسی چیز کو دینے کے لئے عرض کرنا جائز ہے، ایسے ہی بعد وصال ان کی قبر کے پاس حاضر ہو کر کسی چیز کو دینے کے لئے کہنا جائز ہے۔ اس لئے کہ حقیقتاً دینے والا خدا تعالیٰ ہے اور اولیاء اللہ کی طرف نسبت مجازاً ہے، جیسے حقیقتاً بیمار و اچھا کرنے والا اللہ ہے، لیکن مریض کہتا ہے: ڈاکٹر صاحب! ہم کو اچھا کر دیجئے۔

(5) محدثین کے عقیدے

(1) حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی بخاری کا عقیدہ

علیہ الرحمۃ والرضوان، متوفی 1052ھ

آپ تحریر فرماتے ہیں: "زیارت قبور مستحب ست باتفاق"۔ ترجمہ: قبروں کی زیارت بالاتفاق مستحب ہے۔ (اشعۃ اللمعات جلد 1 صفحہ 715)

اور تحریر فرماتے ہیں: "واجب ست احترام میت نزد زیارت وے خصوصاً صالحاں و مراعات ادب بر قدر مراتب ایشاں، چنانچہ در حالت حیات ایشاں بود، زیرا کہ صالحاں را مدد بلیغ ست مر زیارت کنند گان خود را بر اندازہ ادب ایشاں۔ ترجمہ: میت کا احترام اس کی زیارت کے وقت واجب ہے۔ خصوصاً بزرگانِ دین کا، اور ادب کی رعایت ان لوگوں کے مرتبے کے لحاظ سے ضروری ہے، جیسا کہ ان کی ظاہری زندگی میں تھا۔ اس لئے کہ بزرگوں کی مدد ان کی زیارت کرنے والوں کے لئے ادب کے اعتبار سے پہنچتی ہے۔

(اشعۃ اللمعات جلد 1 صفحہ 720)

ان تحریروں سے حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے یہ عقیدے کھلم کھلا ثابت ہوئے کہ قبروں کی زیارت کے لئے جانا شرک و بدعت نہیں، بلکہ بالاتفاق مستحب ہے اور زیارت کرنے والوں کے لئے بزرگوں کی مدد پہنچتی ہے۔

(2) حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا عقیدہ

علیہ الرحمۃ والرضوان، متوفی 1176ھ

آپ لکھتے ہیں کہ والد گرامی شاہ عبد الرحیم قبلہ نے فرمایا۔ ایک دفعہ میں حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار کی زیارت کے لئے گیا، آپ کی روح مبارک ظاہر ہوئی اور مجھ سے فرمایا کہ تمہیں ایک فرزند پیدا ہو گا۔ اس کا نام قطب الدین احمد رکھنا، اس وقت میری زوجہ عمر کے اس حصہ کو پہنچ چکی تھیں، جس میں اولاد کا پیدا ہونا ناممکن ہوتا ہے۔ میں نے سوچا کہ شاید اس سے مراد بیٹے کا فرزند یعنی پوتا ہے۔ میرے اس وہم پر آپ فوراً مطلع ہو گئے اور فرمایا میرا مقصد یہ نہیں، بلکہ یہ فرزند (جس کی بشارت دی گئی ہے) خود تمہارے صلب سے ہو گا۔ کچھ عرصہ بعد دوسرے عقد کا خیال پیدا ہوا، اور اسی سے کاتب الحروف فقیر ولی اللہ پیدا ہوا۔ میری پیدائش کے وقت والد ماجد کے ذہن سے یہ واقعہ اتر گیا، اس لئے انہوں نے ولی اللہ نام رکھ دیا۔ کچھ عرصہ بعد جب انہیں یہ واقعہ یاد آیا تو انہوں نے میرا دوسرا نام قطب الدین احمد رکھا۔ (انفاس العارفین صفحہ 110)

اس واقعہ کے تحریر کرنے سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے یہ عقیدے واضح طور پر ثابت ہوئے کہ بزرگوں کے مزارات کی زیارت کے لئے جانا جائز ہے، اولیاء اللہ کو بعدِ وصال بھی علم غیب ہوتا ہے کہ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرزند کے پیدا ہونے کی خبر کئی سال پہلے دے دی اور صاحبِ مزار بزرگ زیارت کرنے والوں کے خطراتِ قلب پر آگاہ ہو جاتے ہیں۔

(6)فقہا کے عقیدے

(1)سید العلماء حضرت سید احمد طحطاوی کا عقیدہ

علیہ الرحمۃ والرضوان، متوفی 1231ھ

آپ تحریر فرماتے ہیں:"اَلتَبَرُّکُ بِزِیَارَۃِ قُبُوْرِ الصَّالِحِینَ مِنْ غَیرِ مَا یُخَالِفُ الشَّرْعَ فَلَا بَأسَ بِہٖ إِذَا کُنَّ عَجَائِزَ، وَکُرِہَ ذٰلِکَ لِلشَّابَّاتِ کَحُضُوْرِھِنَّ فِی الْمَسَاجِدِ لِلْجَمَاعَاتِ، حَاصِلُہٗ أَنَّ مَحَلَّ الرُّخْصَۃِ لَھُنَّ إِذَا کَانَتِ الزِّیَارَۃُ عَلٰی وَجْہٍ لَّیسَ فِیہِ فِتْنَۃٌ"۔ترجمہ: شریعت کے خلاف کوئی طریقہ اختیار کئے بغیر بوڑھی عورتیں بزرگوں کی قبروں کی زیارت سے برکت حاصل کریں، تو کوئی حرج نہیں، اور وہ جوان عورتوں کے لئے ناجائز ہے، جیسے کہ ان کا مسجدوں میں جماعتوں کے لئے حاضر ہونا جائز نہیں۔ خلاصہ یہ کہ عورتوں کے لئے اجازت صرف اس صورت میں ہے جب کہ زیارت ایسے طریقہ پر ہو کہ اس میں کوئی فتنہ نہ ہو۔ (طحطاوی علی مراقی صفحہ 341)

یعنی حضرت سید احمد طحطاوی رحمۃ اللہ تعالی علیہ کے نزدیک مردوں کو بزرگوں کی قبروں کی زیارت سے برکت حاصل کرنا جائز ہے اور عورتوں کو صرف اس صورت میں اجازت ہے جب کہ فتنہ نہ ہو۔

(2)علامہ ابن عابدین شامی کا عقیدہ

علیہ الرحمۃ والرضوان، متوفی 1253ھ

آپ تحریر فرماتے ہیں۔"أَمَّا الْأَوْلِیَاءُ فَإِنَّھُمْ مُتَفَاوِتُوْنَ فِی الْقُرْبِ مِنَ اللہِ تَعَالٰی وَنَفْعُ الزَّائِرِینَ بِحَسْبِ مَعَارِفِھِمْ وَأَسْرَارِھِمْ"۔ترجمہ: اولیاء اللہ، خدا تعالی کی بارگاہ میں مختلف درجہ رکھتے ہیں اور زیارت کرنے والوں کو اپنے معارف و اسرار کے لحاظ سے فائدہ پہنچاتے ہیں۔ (ردالمختار جلد 1 صفحہ 604)

اور تحریر فرماتے ہیں:"اَلتَبَرُّکُ بِزِیَارَۃِ قُبُوْرِ الصَّالِحِینَ فَلَا بَأسَ، إِذَا کُنَّ عَجَائِزَ وَیُکْرَہُ إِذَا کُنَّ شَوَّابَ کَحُضُوْرِ الْجَمَاعَۃِ فِی الْمَسَاجِدِ"۔ترجمہ: بزرگوں کی قبروں کی زیارت سے برکت حاصل کرنا بوڑھی عورتوں کو حرج نہیں اور جبکہ جوان ہوں تو ناجائز ہے، جیسے کہ جماعت کے لئے مسجدوں میں حاضر ہونا جائز نہیں۔(ردالمختار، ج1 صفحہ 604)

ان تحریروں سے حضرت علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے اپنا عقیدہ بالکل واضح کر دیا کہ اولیاء اللہ اپنے درجے کے اعتبار سے زیارت کرنے والوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں اور بوڑھی عورتوں کو بزرگوں کی قبروں کی زیارت سے برکت حاصل کرنے میں حرج نہیں، البتہ جوان عورتوں کو ناجائز ہے۔

المدینہ لائبریری فیضان مدینہ آفندی ٹاؤن میں عرصہ دراز سے قائم ہے، جس میں مطالعہ کرنے کے ساتھ ساتھ کتابیں گھر لے جانے کی بھی سہولت موجود ہے۔

موبائل، ٹیبلٹ، میموری کارڈ اور USB وغیرہ میں تلاوت، نعتیں، بیانات، مدنی مذاکرے، بچوں کے لئے کارٹون اور مدنی چینل پر چلنے والے مختلف سلسلے بھی مفت ڈاؤن لوڈ کئے جاتے ہیں۔

اوقات کار:۔ 1:30 تا 6:30

جمعۃ المبارک:۔ 4:00 تا 9:00

اتوار لائبریری بند رہے گی۔

03132626577